اکابر کی زاہدانہ زندگی

مؤلف

سید حبیب اللہ مردانی

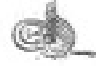
پیش لفظ

مولانا عبدالقیوم حقانی

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
رشیدِ وقت حضرت گنگوہیؒ
شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ
شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ
حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
مجاہد ملت غلام غوث ہزارویؒ
قائد ملت مفتی محمودؒ
حضرت مولانا عبدالحق کستوئیؒ
پیر طریقت ملا خان گلؒ
استاد الکل حافظ سفر بڑکوھیؒ
اور ان جیسے
عظیم مفکرین کی زاہدانہ
زندگی کے چند حسین
لمحات کا تذکرہ۔

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد۔پاکستان



انتساب

میں اپنی اس حقیر علمی، روحانی اور واقعاتی کاوش کو

۱۔ اپنے مادرِ علمی جامعہ ابوہریرہ اور اپنے تمام اساتذۂ کرام بالخصوص مشہور سکالر و مصنف مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم العالی اور ......

۲۔ اپنے روحانی مربی قاری عبدالغفور صاحب وزیرستانی مدظلہٗ ......

۳۔ اپنے والدین کریمین ......

کے نام منسوب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان محسنین کا سایہ تا دیر سلامت رکھے اور مجھے ان سے مزید علمی استفادہ اور تعمیری علمی کام کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ (آمین)

☆☆☆



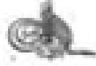
فہرستِ مضامین

اکابر کی زاہدانہ زندگی

جو ہم دل پہ اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

زہد و تقویٰ بڑھ گئے ماہیت قلبی ہوئی
ان کے قدموں کے تلے نفسِ امارہ دیا
اے خدا تیری رضا مطلوب سب دنیا کو ہے
کیوں نہ ہو تو نے ہمیں طیبہ دیا مکہ دیا
آنکھ دینا ہی تیرا انعام تھا اور مستزاد
دیکھنے کے واسطے سرکار ﷺ کا روضہ دیا

(حبیب الرحمن نقشبندی)



پیش لفظ

از : معروف اسکالر و معروف مصنف

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الرسالۃ ۔

زہد و قناعت ایک ایسا وصف ہے کہ جس سے دارین کی خوشحالی وابستہ ہے۔ فاضل مؤلف مولوی حبیب اللہ مروتی ہمارے جامعہ ابوہریرہ کے ایک لائق فائق اور ہونہار طالب علم ہیں اور القاسم اکیڈمی کے رُکن بھی۔ مطالعہ کتب کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، بات کو سمجھتے بھی ہیں اور اس کو بیان کرنے کے ڈھنگ کی اُمنگ بھی رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنی پہلی تصنیف میں جو موضوع چُنا ہے وہ اپنی جگہ بہت خوب ہے۔

اکابر کی زاہدانہ زندگی سب جانتے ہیں کہ ایک عکسِ جمیل ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا جس کے ذریعے قاری بہت جلد اتباعِ سنت نبوی ﷺ کی منزل تک پہنچ سکتا ہے اور دارین کی زندگی میں سرخرو ہو سکتا ہے۔ اکابر کی زندگی عمل کو انگیخت کرنے میں نہایت ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ فاضل مؤلف ترتیب میں سید الطائفہ کو سب سے

پہلے لائے ہیں اور پھر درجہ بدرجہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، رشید وقت حضرت گنگوہیؒ، حضرت حکیم الامتؒ، حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، حضرت بنوریؒ، حضرت بخاریؒ، حضرت کاندھلویؒ، حضرت قائد ملتؒ، حضرت مجاہد ملتؒ اور حضرت شیخ القرآن جیسے عظیم شخصیات کی زاہدانہ زندگی کے چند واقعات منتخب کر کے حیطۂ تحریر میں لائے جن کے مطالعہ سے انشاءاللہ عوام وخواص ہر دو کو بے حد نفع ہوگا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس کتاب کو مقبول بنائے اور مؤلف کے قلم میں مزید جولانی، روانی عطا فرمائے اور اخلاص، علم، عمل اور درجات میں ترقی عطا فرمائے۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان



دُعائیہ کلمات

از: پیر طریقت حضرت مولانا قاری عبدالغفور صاحب وزیرستانی مدظلہم

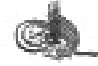
الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، اما بعد!

ہمارے اکابرین کی ہر پہلو سے سنتِ نبویہ ﷺ چھلکتی نظر آتی ہے۔ زہد بھی آپ کے زندگیوں میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ مولانا حبیب اللہ سلمہ اللہ نے اکابر کی سوانحات سے منتخب زاہدانہ واقعات لکھے ہیں، جسے پڑھ کر اکابر کی زاہدانہ زندگی قابلِ تقلید نمونہ سامنے آتا ہے۔ اللہ کریم مؤلف کی اس کاوش کو قبول فرما کر عوام وخواص میں مقبول فرمائیں اور مؤلف کے علم وعمل، زبان وقلم میں مزید ترقی عطا فرمائیں۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

عبدالغفور وزیرستانی

فاطمہ روڈ ملیانو کلے مردان



تقریظ

از : مناظر اسلام، وکیل احناف، شیخ القرآن والحدیث

حضرت علامہ سلطان غنی عارف طاہری صاحب مدظلہم

کھوئی برمدل مردان

الحمد لله الذى من على المؤمنين ببعثة الرسول من انفسهم يعلمهم الكتاب والحكمة و يزكيهم . والصلاة والسلام على سيدنا محمد المبعوث الى الخلق لتهذيب عقائدهم و اعمالهم والذى حث المسلمين بتحمل البلاء لرفع درجاتهم و قال اشد الناس بلاءً الانبياء ثم الا مثل فالامثل فنسألك اللهم اذا اردت بقوم فتنة فاقبضنا اليك غير مفتونين . وبعد .

زیر نظر کتاب ''اکابر کی زاہدانہ زندگی'' مؤلفہ عزیزم مولوی حبیب اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اکابرین علماء کے زہد وتقویٰ کی حکایات پر مشتمل ایک عظیم کتاب ہے۔ زہد پر بہت سی کتابیں محدثانہ طرز پر لکھی گئی ہیں جس میں اکابر کے واقعات کا ایک خاص حصہ ہے مثلاً : الزهد لاحمد بن حنبل، الزهد لعبد الله بن مبارک ، الزهد لابن ابی داؤد، الزهد لمعانی بن عمران ، الزهد لهناد بن اسری وغیره ذلک۔

جہاں احادیث پر مشتمل ہیں وہاں اکابر کے واقعات زاہدانہ بھی انہی کتابوں کی موعظت کی زینت بنی ہوئی ہے۔

اکابر کے واقعات انسانی زندگی کے انقلاب کے لئے ایک مؤثر عنصر ہے اور اگر کہا جائے کہ یہ حکایات نہیں بلکہ نقد حال الرجال کے لئے بہترین نسخے ہیں تو بے جانہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عزیزم مولوی حبیب اللہ سلمہ اللہ کی کتاب کو قبولیت بخش کر عام وخاص مسلمانوں کی اصلاح کے لئے نسخۂ اکسیر ٹھہرائے اور ممدوح کو اللہ تعالیٰ اور بھی توفیق عطا فرمائے کہ مختلف موضوعات پر اصلاحی کتابیں لکھ سکیں۔

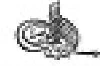
وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز ۔

حرره العبد الضعيف ابو رشيد سلطان غنى عارف الطاهرى

احد من ادنى تلامذه

شيخ العرب والعجم الشيخ محمد طاهر رحمه الله الغافر

۱۰/۶/۱۴۲۷ھ



تقریظ

از : مولانا سلیم بہادر ملکانوی صاحب مدظلہٗ

"جہانے راد گرگوں کرد یک مرد خود آگاہ ہے" کا مصداق رجلِ رشید اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ قحط الرجال کے اس دور میں اُن چیدہ اور منتخب حضرات کی کسی قدر زندگیاں کتابی صورت میں محفوظ ہیں جن کے وجود مسعود سے لاکھوں بندگانِ خدا نے اپنی زندگیاں زندگیاں بنائیں، اگر کوئی مسلمان ذرا بھی بصیرت رکھتا ہے اور اس کی دیدۂ عبرت وا ہے تو وہ سلفِ صالحین کی سوانح عمریاں پڑھ کر متاثر نہ ہو، آخرت یاد نہ آئے اور بالکل رجوع الی اللہ نہ ہو تقریباً ناممکن ہے۔

عزیز مولوی محمد حبیب اللہ سلمہٗ نے اکابرین کی زندگی کے صرف ایک پہلو کے حالات اور واقعات قلمبند کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ اس تصنیفی تالیفی اور قلمی میدان میں موصوف کی الحمد للہ پہلی کامیاب کوشش ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ اللہ اسے قبول عام بخشے اور اُخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین) فقط

ہیچمدان سلیم بہادر ملکانوی

۹/۵/۱۴۲۷ھ یوم الثلث



حرفِ آغاز

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم . اما بعد !

زہد کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبت ہو جانے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں آخرت کے لئے دنیا کے لذائذ و مرغوبات کی طرف سے بے رغبت ہو جانے اور عیش و تنعم کی زندگی ترک کر دینے کو زہد کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اور اپنے ارشادات میں بھی اُمت کو زہد کی بڑی ترغیب دی ہے۔

قتادہ بن نعمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے (جب اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو) (مسند احمد)

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہئے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا الحمد للہ! ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں (یعنی حیا کا مفہوم اتنا محدود نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ

ہے کہ سر اور جو سر میں افکار و خیالات ہیں، ان سب کی نگہداشت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے، اس سب کی نگرانی کرو اور موت اور موت کے بعد قبر میں جو حالت ہونی ہے، اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائے اور اس چند روزہ زندگی کے عیش کے مقابلہ میں آگے آنے والی زندگی کی کامیابی کو اپنے لئے پسند اور اختیار کرے، پس جس نے یہ سب کیا، سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق اسی نے ادا کیا۔

امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی راتیں پے درپے اس حالت میں گذرتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے خالی پیٹ فاقے سے رہتے تھے' کیونکہ رات کا کھانا نہیں پاتے تھے (اور جب کھاتے) تو اُن کے رات کا کھانا عموماً جَو کی روٹی ہوتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) کھجور کی چٹائی پر سوئے، پھر جب سو کر اُٹھے تو جسم مبارک میں چٹائی کی بناوٹ کے نشانات پڑے ہوئے تھے، اس خادم ابن مسعودؓ نے عرض کیا کہ اگر حضور ﷺ فرمادیں تو ہم حضرت کے لئے بستر کا انتظام کریں اور کچھ بنائیں۔ ارشاد فرمایا "مجھے دنیا سے کیا تعلق اور کیا لینا! میرا تعلق دنیا کے ساتھ بس ایسا ہے جیسا کہ کوئی سوار مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لئے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا اور پھر اپنی جگہ چھوڑ کر منزل کی طرف چل دیا"۔

(مسند احمد جامع ترمذی ابن ماجہ)

اسی طرح اور بے شمار ارشادات و واقعات کتب احادیث میں موجود ہے، ہم نے تمہیداً صرف چند احادیث و واقعات ذکر کئے، ہمارے اسلاف نے ہر دور میں اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً کتاب الزہد لابن مبارک وغیرہ اور تمام ہمارے اسلاف نے

زاہدانہ زندگی اپنائی تھی اور اسی طرح علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم کی زندگیوں میں بھی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

اور علماء دیوبند بھی درحقیقت اس آخری دور میں سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح معنوں میں اتباع کرنے والے ہیں، ان کی زندگیوں کا ہر پہلو سنت نبویہ ﷺ کا حسین منظر پیش کرتا ہے۔ ان کا ظاہر و باطن اس قدر پُر نور ہے جو لوگوں کے لئے قابلِ تقلید بن جاتے ہیں۔ ان اکابرین کی بابرکت مجالس و محافل اور صحبت سے جو بھی منسلک ہوا تو پھر وہیں کا ہو کر رہ گیا۔

زیر نظر کتاب "اکابرؒ کی زاہدانہ زندگی" میں انہی اکابرین کے واقعات جمع کرنے کی حقیر سی کاوش ہے۔ اکابر کی سوانحات سے حکایات کا انتخاب کیا گیا ہے اور ہر واقعہ کے ساتھ حوالہ بھی درج ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائے اور عوام و خواص کے افادہ کے لئے قبول عام نصیب ہو۔

سید حبیب اللہ مردانی
رکن القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

❁ ❁ ❁

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

❁ ❁ ❁

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

مال مسروقہ دوبارہ مل گیا :

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ان کا سارا مال چوری ہوگیا، چوروں نے ان کے گھر میں بالکل جھاڑو ہی دیدی ایک چیز نہ چھوڑی حضرت کو پتہ چلا تو چنداں ملال کا اظہار نہ فرمایا بلکہ ایک خاص کیفیت میں یہ مصرعہ پڑھا

ع ما ہیچ نداریم وغم ہیچ نداریم

اتفاق سے متوسلین کی کوشش سے وہ مال مسروقہ مل گیا، تو اس پر بھی اظہار مسرت فرمایا اور اسے استعمال کیا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بھی اس قسم کا واقعہ منقول ہے۔

منشاءِ الوہیت یہی ہے :

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :

"میں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے خود سنا کہ ایک ہفتہ تک موصوف کو صرف زمزم کے پانی پر گزارا کرنا پڑا۔ اسی اثناء میں ایک مخلص دوست سے جو کہ بہت زیادہ اخلاص کا مدعی تھی، چند پیسے قرض مانگے تو اس نے ناداری کا بہانہ کرکے انکار کردیا۔ حالانکہ واقع میں نادار نہ تھا۔ حنا

نے فرمایا کہ میں اس انکار سے سمجھا کہ منشاءِ الوہیت یہی ہے، اس لئے

میں بھی صبر کر کے چپ ہو گیا۔ (اکابر علماء دیو بند اتباع شریعت کی روشنی میں ص ۶۰)

قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

دنیا پاؤں پڑتی ہے :

حضرت نانوتویؒ کو ایک مرتبہ کسی دنیا دار نے آپ کے شدید اعراض و انکار پر بھی روپوں سے بھری تھیلی آپ کی جوتیوں میں انڈیل دی تو شاگرد سے فرمایا عزیز! جوتے جھاڑ دو دیکھو! دنیا دار بھی دنیا کماتے ہیں اور ہم بھی دنیا کماتے ہیں مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ دنیا دار دنیا کے پاؤں پڑتا ہے، دنیا کے سامنے جبہ سائی کرتا ہے مگر دنیا اسے ٹھوکریں مار مار کر ذلیل کرتی ہے تب کچھ حصہ دے دیتی ہے مگر ادھر یہ حال ہے کہ دنیا پاؤں پڑ رہی ہے اور ہم اسے ٹھوکریں مار مار کر ٹھکرا رہے ہیں۔ (ارباب علم و کمال ص ۹۸)

اگر میں اہل ہوتا تو اللہ مجھ کو دیتے :

ایک مرتبہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو بریلی کے ایک رئیس نے چھ ہزار روپے پیش کئے اور عرض کیا کہ :

"کسی نیک کام میں لگا دیجئے"۔

حضرت نے فرمایا کہ :

"(نیک کام میں) لگانے کے اہل بھی تم ہی ہو تم ہی خرچ کر دو"۔

اس نے عرض کیا کہ :

"حضرت میں کیا اہل ہوتا ہوں"۔

فرمایا کہ :

"میرے پاس اس کی دلیل ہے، اگر میں اس کا اہل ہوتا تو اللہ تعالیٰ مال مجھ ہی کو دیتے"۔

حضرت نانوتویؒ کی زاہدانہ زندگی :

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سوانح میں لکھا ہے کہ :

"حضرتؒ کے پاس کپڑوں کی گٹھڑی نہ تھی، نہ ٹرنک، نہ بکس تھا، اس منقطع عن الدنیا اور زاہد کے حجرہ میں کچھ تو نظر نہ آتا تھا۔ چٹائی بھی ایک تھی تو وہ ٹوٹی ہوئی، گویا عمر بھر کے لئے اسی چٹائی کو منتخب فرما لیا تھا۔ سفر میں بھی کوئی اہتمام نہ تھا، اگر کبھی ایک آدھ کپڑا ہوا تو کسی کے پاس رکھوا دیا ورنہ اسی ایک جوڑے میں سفر پورا ہوتا۔ البتہ ایک لنگی ساتھ رہتی تھی جب کپڑے زیادہ میلے ہوئے تو لنگی باندھ کر کپڑے اُتار لیتے اور خود ہی دھو لیتے۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ :

"وہ لباس کیا تھا؟ بغیر کرتہ کے بندوں دار چکن یا انگرکھا اور پائجامہ، سردی ہوئی تو مختصر سا عمامہ ورنہ عموماً کنٹوپ تمام سردی میں سر پر رہتا تھا آخری علالت کے دوران میں جس کے بعد پھر صحت واپس نہیں ہوئی۔ یہ لباس تھا سر پہ میلا اور پھٹا ہوا عمامہ جس میں لیرے پڑے ہوئے تھے اور چونکہ سردی کا زمانہ تھا، اس لئے ایک دھوتر کی نیلی رنگی ہوئی بچھونا لیے

ہوئے تھے جس میں بند لگے ہوئے تھے اور نیچے نہ کرتہ تھا نہ انگر کھا تھا اور
ایک رضائی اوڑھے ہوئے تھے جو نیلی رنگی ہوئی اور جس میں موی گوٹ
لگی ہوئی تھی، جو پھٹی ہوئی تھی اور کہنہ تھی اور روئی کہیں سے بالکل اُڑی
ہوئی تھی۔ (سوانح قاسمی ج ا ص ۴۵۲)

سوکھی روٹی کھایا کرتے :

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ فرمایا کرتے تھے کہ :

"مولوی صاحب (مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) میرے پاس آیا کرتے، تو
کوٹھے پر جھلنگا (بڑی سی ٹوٹی ہوئی چارپائی) پڑا ہوا تھا، اس پر پڑے
رہتے تھے۔ روٹی بھی کبھی پکوا لیتے تھے اور کئی وقت تک اسی کو کھا لیتے
تھے۔ میرے پاس آدمی روٹی پکانے والا نوکر تھا، اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ
جب مولوی صاحب کھانا کھاویں سالن دیدیا کرو، مگر بدقت کبھی اس کے
اصرار پر لے لیتے تھے ورنہ وہی روکھا سوکھا ٹکڑا چبا کر پڑے رہتے
تھے"۔ (اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں ص ۶۳)

وہ مجھے صاحب کمال سمجھتے ہیں :

ایک دفعہ بھوپال سے مولانا نانوتویؒ کی طلبی آئی اور پانچ سو روپے تنخواہ مقرر کی
گئی میں نے کہا (مولانا امیر الدین صاحبؒ جو یہ واقعہ بیان کرتے ہیں) اے قاسم تو چلا
کیوں نہیں جاتا؟ فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اسی بنا پر وہ پانچ سو
روپے تنخواہ دیتے ہیں۔ مگر میں اپنے اندر کمال نہیں پاتا پھر کس بناء پر جاؤں میں نے بہت
اصرار کیا مگر نہیں مانا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۱۶)

شہر چھوڑ کر چلے گئے :

نواب محمود علی خان مولانا نانوتویؒ سے ملاقات کے بہت متمنی تھے۔ مگر مولانا بھی
ان سے کبھی نہیں ملے۔ چنانچہ دو مرتبہ وہ مولانا سے میرٹھ ملنے آئے اور دو مرتبہ علی گڑھ۔ مگر
جب مولانا کو ان کے آنے کا علم ہوتا تو مولانا شہر چھوڑ کر کسی طرف چل دیتے اور فرماتے کہ

"نواب صاحب سے دو باتیں کہہ دینا، ایک یہ کہ نواب صاحب غازی
آباد کے اسٹیشن پر مسجد بنادیں اور دوسری عجیب بات یہ فرمائی کہ اگر وہ
ایسا کریں گے تو میں ان کی پالکی کا پایہ پکڑ کر چلوں گا"۔ دوسری بات کو تو
سن کر نواب صاحب ہنسنے لگے اور پہلی بات کی نسبت فرمایا کہ میں کوشش
کر چکا ہوں مگر اجازت نہیں ملی۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۲۹)

نباہ کی ضرورت ہے :

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ :

"میرے والد شیخ کرامت حسین رئیس دیوبند نے جب حضرت سے
نکاح کر کے مجھے رخصت کیا تو اس زمانہ کے لحاظ سے جہیز بہت بڑا اور
عظیم الشان دیا جس میں قیمتی زیورات، کپڑے اور تانبے کے برتنوں کا
بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ حضرت جب شب اول میں تشریف لائے تو آتے
ہی نوافل شروع فرمائے، نوافل سے فارغ ہونے کے بعد میرے پاس
تشریف لائے۔ انتہائی سنجیدگی اور متانت سے فرمایا: "جب تم کو اللہ نے
میرے ساتھ وابستہ کر دیا ہے تو نباہ کی ضرورت ہے مگر بصورت موجودہ
دشواری یہ ہے کہ تم مالدار ہو اور میں غریب و نادار ہوں۔ اب صورتیں دو

ہی ہیں یا میں بھی تونگر ہوں یا تم بھی میری طرح نادار بن جاؤ اور میرا امیر بننا تو دشوار ہے اس لئے آسان صورت دوسری ہوسکتی ہے کہ تم میری طرح بن جاؤ'' کچھ اور بھی اسی طرح فرمایا، آخر میں یہ فرمایا کہ ''اگر تم کو کسی بات کا حکم دوں جس میں تمہارا ہی نفع ہو تو کیا تم کو مجھ پر اعتماد ہوگا؟ کئی بار فرمایا، بالآخر میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے'' اس پر حضرت نے فرمایا: ''اچھا سب زیور اتار کر مجھے دیدو اور جس قدر تمہارے ساتھ کپڑے اور برتن ہیں ان کا بھی مجھے اختیار دیدو'' اس پر میں نے بغیر کسی تذبذب اور دغدغہ کے عرض کیا کہ آپ کو کلی اختیار ہے اور پھر علی الصباح تمام زیورات تمام جوڑے کپڑے اور دوسرے برتن اور جو ہزاروں روپے کا سامان تھا۔ سب کا سب چندۂ سلطانی میں دے دیا۔ (خلافت اسلامیہ ترکی کے لئے اس وقت ہندوستان میں چندہ ہورہا تھا) آگے حضرت کی اہلیہ ہی فرماتی ہے کہ جب میں دیوبند واپس ہوئی تو رئیس باپ نے میرے ہاتھ، پاؤں اور ناک کو خالی دیکھ کر پوچھا کہ زیور کیا ہوا؟ جو واقعہ پیش آیا تھا سب والد کے سامنے دہرا دیا۔ شیخ کرامت حسین زبان سے کچھ نہ بولے لیکن اس خیال سے کہ بچی اعزہ واقربا کے سامنے ننگی بنی ہوئی کب تک رہے گی پھر از سرنو جہیز دیا۔ حضرت کی اہلیہ فرماتی ہیں۔ ''کہ میں پھر لد پھد کر دوبارہ سسرال پہنچی، رات کو حضرت تشریف لائے پھر ترغیب آخرت سے گفتگو شروع ہوئی اور کل کی تیاری کے لئے آج اختیار پھر لینے کی خواہش ظاہر کی اختیار جو پہلے ہی دیا جاچکا تھا اس

کی واپسی کا سوال کب ہی پیدا ہوا تھا کہہ دیا گیا کہ آپ مختار ہیں اور پھر صبح ہی یہ ہزاروں روپے کا سامان پھر سلطانی چندہ میں دے ڈالا''۔

حضرت کی اہلیہ محترمہ عموماً کہا کرتی تھی کہ اس کے بعد میرے قلب سے روپے پیسے اور زیور وغیرہ کی محبت ہی قطعاً نکل گئی بلکہ ان اشیاء کا ایک تنفر پیدا ہوگیا پھر عمر بھر نہ میں نے زیور بنوایا اور نہ فاخرہ لباس کی مجھ میں کبھی ہوس یا آرزو ہوئی۔ (سوانح قاسمی ص ۵۰۰)

مولانا نانوتویؒ پیدل جارہے تھے :

مولانا احمد حسن امروہوی نے اپنا خود دیکھا ہوا واقعہ لکھا ہے کہ :

''شاہجہان پور سے خدا شناسی والے میلے تک جانے کے لئے راستہ میں ایک ندی پڑتی تھی۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پیدل جارہے تھے، ندی میں پانی تھا، پاجامہ پہنے ہوئے دریا میں اُتر پڑے جس سے پاجامہ بھیگ گیا۔ پار اُتر کر لنگی باندھی اور پاجامہ اُتار کر نچوڑ کر اور پیچھے لاٹھی پر ڈال کر جیسے گاؤں کے رہنے والے ڈال لیا کرتے ہیں تشریف لے چلے''۔

(اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں ص ۶۶)

حضرت نانوتویؒ کی مطیع بیوی :

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ :

''حضرت نانوتویؒ کے کسی معتقد نے ایک چادر بیش قیمت اور ایک عدد زیور طلائی بی بی صاحبہ کی ملک کر کے بھیجا۔ حضرت نے ان تک یہ امانت پہنچا تو دی لیکن ادائے امانت کے بعد اپنے اختیار کی جو بات تھی بی بی صاحبہ کے سامنے بایں الفاظ اسے پیش کرنے لگے کہ فی الحقیقت چادر اور

زیور سے دل خوش ہوتا ہے لیکن چند روز کے استعمال سے یہ دونوں ہی چیزیں خراب ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ جو کام اس ریشمی چادر سے نکلے گا وہی لٹھے کی سفید چادر سے بھی نکل سکتا ہے، خداوند تعالیٰ ان کے عوض عاقبت میں پائیدار لباس اور زیور عطا فرمائیں گے۔ اس پر بی بی صاحبہ نے دونوں کو لوٹا دے دیا اور دل پر میل نہ آیا"۔

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۵۱۵)

دو سو پچانوے کا کیا کروں گا ؟

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو ایک صاحب مطبع میں ملازم رکھنا چاہتے تھے۔

آپ نے فرمایا:

"علمی لیاقت تو مجھ میں ہے نہیں، البتہ قرآن کی تصحیح کر لیا کروں گا اس میں دس روپے دے دیا کرو"۔

اسی زمانہ میں ایک ریاست سے تین سو روپیہ ماہوار کی نوکری آ گئی۔ مولانا نے جواب لکھا:

"آپ کی یاد آوری کا شکر گزار ہوں مگر مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں جس میں پانچ روپے بچ جاتے ہیں، آپ کے یہاں سے جو تین سو روپیہ ملیں گے، ان میں سے پانچ روپے تو خرچ میں آئیں گے اور دو سو پچانوے روپے جو بچیں گے، میں ان کا کیا کروں گا۔ مجھ کو ہر وقت یہی فکر رہے گا کہ ان کو کہاں خرچ کروں"۔

غرض تشریف نہیں لے گئے، اللہ اللہ کیا تواضع اور زہد ہے۔

(خیر المجالس ص ۳)

بانی دارالعلوم دیوبند اپنے ہاتھوں سے رزق حلال کمایا کرتے:

برصغیر کی سب سے بڑی دینی تعلیم گاہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاسم العلوم و الخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دسیوں کتابوں کے مصنف، بیسیوں باکمال مشاہیر کے استاد ہزاروں مخلصین و مریدین کے پیشوا، عامۃ المسلمین کے قلوب کے بے تاج بادشاہ اگر چاہتے تو سونے اور چاندی کے محل بنوا سکتے تھے مگر کسی کے بار منت احسان کو برداشت نہیں کیا۔ اپنے ہاتھوں سے رزق حلال کمایا، کتابت یا تصحیح کتب کا کام کر کے اس سے جو معاوضہ حاصل ہوتا اسی قوت لایموت پر گزر اوقات کرتے۔ (ارباب علم و کمال ص ۹۷)

ہم دیہاتی لوگ ہیں آداب شاہی سے واقف نہیں:

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ ایک دفعہ رامپور گئے نواب صاحب کو خبر ہوئی تو مولانا کو بلایا، مگر نہیں گئے اور یہ حیلہ کیا کہ:

"ہم دیہاتی لوگ ہیں، آداب شاہی سے واقف نہیں، خدا جانے کیا بے ادبی ہو جائے"۔

نواب صاحب نے کہا کہ:

"آپ کو آداب وغیرہ سب معاف ہیں، آپ تشریف لائیے ہم کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہے"۔

جواب دیا کہ:

"تعجب ہے کہ ملنے کا اشتیاق تو آپ کو ہو اور آؤں میں"۔

غرض نہ گئے باوجود ایسی آزادی کے روڑکی میں مجسٹریٹ سے ملنے سے انکار نہ کیا کیونکہ اس سے ملنے میں دینی مصلحت تھی۔ (حسن العزیز ص ۲۷۱ ج ۴)

حضرت نانوتوی ؒ کے زہد و قناعت اور توکل علی اللہ کا ایک واقعہ :

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا، اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عمارت تو میں بنوا دیتا ہوں، مگر آباد کیسے ہوگا۔ علماء نے کہا کہ ہم آپ کو ایک شخصیت کے بارے میں بتائیں گے، آپ انہیں لے آنا مدرسہ چل جائے گا۔ اس نے کہا: ہیرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگا دیں گے۔ نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا۔

چنانچہ جب عمارت بن گئی تو اس نے علماء سے پوچھا بتاؤ کونسا ہیرا ڈھونڈا ہے کہنے لگے، قاسم نانوتوی ؒ، اس نے علماء سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہوگی، انہوں نے کہ حضرت کی چار پانچ روپے ہوگی۔ اس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ کہنے لگا، جاؤ اور میری طرف سے حضرت کو سو روپیہ ماہانہ کا پیغام دے دو۔ اب جس آدمی کی پانچ روپے کی بجائے سو روپے ملنا شروع ہو جائیں تو کتنا فرق ہے۔

چنانچہ علماء بڑے خوش ہوئے کہ جی ہاں! اب تو ضرور آ جائیں گے۔ دیوبند جا کر حضرت ؒ سے ملے، حضرت ؒ نے ان کی خوب خاطر تواضع فرمائی، پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے حضرت! مدرسہ بنا ہے آپ وہاں تشریف لائیں۔ نواب صاحب نے آپ کے لئے سو روپیہ ماہنامہ مشاہرہ مقرر کیا ہے۔

حضرت ؒ نے فرمایا :

"بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپے ہے اس میں سے تین روپے میرے ذاتی خرچ کے ہیں اور دو روپے غریبوں، مسکینوں، یتیموں میں خرچ کرتا ہوں، اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپے تنخواہ ہوگئی تو میرا خرچ تو تین روپے رہے گا اور باقی ستانوے روپے غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈنا پڑے گا، اور میں پڑھا تو نہیں

سکوں گا لہٰذا میں وہاں نہیں جاسکتا۔ ایسی دلیل دی کہ ان علماء کی زبانیں گنگ ہو گئیں، اسے زہد کہتے ہیں"۔

ابوحنیفۂ زمانہ، فقیہ النفس

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

زاہدانہ اور قناعت پسندانہ طبیعت :

حضرت گنگوہی ؒ کے متعلق "تذکرۃ الرشید" ج۱ ص۳۶ میں لکھا ہے :

"ایام طالب علمی میں آپ نے اپنی خورد و نوش کا دہلی میں کسی پر بار نہ ڈالا۔ تین روپے ماہوار آپ کے ماموں بھیجا کرتے تھے، اس میں روکھی سوکھی روٹی اور دال ترکاری وقت پر جو کچھ آسانی سے مل گیا، آپ نے کھائی اور اسی تین روپے میں کپڑے دھلائی، اصلاح خط یا جو کچھ بھی ضرورت پیش آئی رفع کی۔ دہلی میں آپ کو کیمیا گر اور مہندس بھی ملے اور انہوں نے آپ کی روش اور انداز کو دیکھ کر بہ نیت محبت بتانا کہ آپ کو کیمیا کا بنانا سکھانا چاہتے ہیں، مگر آپ کی زاہدانہ اور قناعت پسندانہ طبیعت نے خوف طمع یا حرص کرنی تو در کنار اس سے سیکھنا بھی گوارا نہ فرمایا"۔

حضرت گنگوہی ؒ کا زہد و استغناء :

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کے زہد و استغناء کا اندازہ اس سے لگایا

جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ نے اپنے سفیر کے ذریعہ آپ کی خدمت میں پانچ ہزار روپے بھیجے اور یہ لکھا کہ ہر سال اتنی ہی رقم پیش کی جاتی رہے گی لیکن حضرت نے کمال استغناء کا نمونہ پیش فرماتے ہوئے یہ نذرانہ قبول نہیں کیا اور جواب لکھ دیا کہ :

''میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہت دے رکھا ہے، جمع کرکے کیا کروں گا، اس لئے واپس کرتا ہوں کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کردیا جائے''۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۲۱۳)

الحمدللہ قرض کبھی نہیں لیا :

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۷۷ میں حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ :

''میں نے اور میرے گھر والوں نے فاقے اٹھائے مگر الحمدللہ قرض کبھی نہیں لیا''۔

کیا اب بھی عمدہ کھانا نہ کھائیں :

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک بار مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم معین الدین صاحب نانوتویؒ کے مہمان ہوئے۔ حکیم صاحب کے یہاں اس دن فاقہ تھا، تو انہوں نے مولانا گنگوہیؒ سے صاف عرض کردیا کہ حضرت میرے یہاں تو آج فاقہ ہے، یہاں بعض لوگ آپ کے معتقد چاہا کرتے ہیں کہ آپ کی دعوت کریں گے، آپ فرمائیں تو ان کو اجازت دے دوں۔ فرمایا :

''میں تیرا مہمان ہوں جو تیرا حال ہے وہی میرا حال ہے کسی سے کچھ نہ کہو''۔

شام تک سب فاقہ سے رہے، شام کو ایک مریض حکیم صاحب کے پاس آیا اور

شکرانہ صحت میں غالباً گیارہ روپے دے گیا۔ حکیم صاحب نے مولانا سے عرض کیا کہ :

''حضرت! اب اللہ نے رزق بھیج دیا ہے، اب میں ذرا تکلف سے کھانے پکواؤں گا''۔ حضرت گنگوہیؒ نے منع بھی کیا کہ تکلف نہ کرو مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ : ''دن بھر تو فاقہ رہا اب جو خدا نے دیا ہے تو کیا اب بھی عمدہ کھانا نہ کھائیں''۔ (حکایات اسلاف ص ۱۲۰)

کسی دوسرے مصرف خیر میں صرف کردیا جائے :

ایک مرتبہ والیٔ افغانستان سلطان حبیب اللہ خان نے اپنے سفیر کے ہاتھ پانچ ہزار روپے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں بھیجے اور یہ کہا کہ یہ مقدار ہر سال خدمت میں آتی رہے گی اور معاوضہ صرف دعاء ہے، مگر حضرتؒ نے قبول نہیں کیا اور سفیر نے کہا کہ مجھے کم سے کم میری حاضری کا تو لکھ دیں، والی کو شبہ ہوگا کہ ویسے ہی بات بنادی۔ تو حضرت نے فارسی زبان میں یہ لکھوادیا کہ :

''بحیثیت اسلام مجھے آپ سے تعلق ہے اور میرا دل آپ کو ہمیشہ دعا دیتا ہے، خصوصاً موجودہ حالت میں محبت اسلام اور قدر و منزلت علم کی خبریں سن کر بہت خوش ہوتا ہوں، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں۔ آپ کی نذر پہنچی مگر چونکہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہتیرا کچھ دے رکھا ہے جمع کرکے کیا کروں گا، اس لئے واپس کرتا ہوں کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کردیا جائے اور مجھے بہرحال دعاء گو سمجھئے''۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷۱)

آپ عمدہ لباس پہنتے تھے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ کوئی نواب ہے :

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس ڈیڑھ سو روپیہ کا پوستین ایک جگہ سے آیا۔

ایک نواب آپ کے یہاں آئے ہوئے تھے آپ نے ان کو دیدیا اور فرمایا کہ یہ میرے کام کا تو ہے نہیں اور آپ کے کام آجائے گا۔ مولانا اس طرح نہ رہتے تھے کہ کسی نواب یا امیر سے گردن نیچی کرنی پڑی بلکہ ایسا برتاؤ کرتے تھے کہ ان ہی کو گردن نیچی کرنی پڑتی تھی اور کبھی آپ لباس بھی عمدہ پہنتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نواب اور والی ملک ہیں۔ ہزاروں روپیہ بھی نہ لیتے تھے اور ویسے روپیہ دوروپیہ بھی قبول فرمالیتے۔ ایک بادشاہ نے ایک دفعہ شاید دس ہزار روپیہ بھیجے تھے، آپ نے واپس کردیئے اور فرمایا کہ ضرورت کے لائق میرے پاس موجود ہیں۔ اس قدر روپیہ لے کر کیا کروں گا۔ سو امیروں کے ساتھ تو یہ برتاؤ تھا اور غریبوں سے ایک روپیہ دوروپیہ بھی لے لیتے تھے۔ (التبلیغ ص۱۰۹ ج۱۵)

حکیم الامت حضرت مولانا

اشرف علی تھانویؒ

نقد یا غیر ہدیہ نہ دیا جائے :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جنہوں نے واقعۃً اپنے دور میں تجدیدی کارنامے انجام دیئے ہیں اور جن کا علمی وروحانی فیض آج پورے عالم میں جاری ہے۔ ایک مرتبہ آپ کو ڈھاکہ کے مشہور ومعروف نواب سلیم اللہ خان صاحب نے باصرار ڈھاکہ آنے کی دعوت دی، حضرت نے ان کے اصرار پر دعوت کی قبولیت کے لئے چند شرطیں لکھ کر بھیج دیں۔ جن میں سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ کسی قسم کا نقد یا غیر نقد ہدیہ نہ دیا

جائے، اس سفر میں نواب صاحب نے تمام شرائط کا خیال رکھا، اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد پھر انہی نواب صاحب نے آپ کو دیگر علماء دیوبند کے ساتھ ڈھاکہ آنے کی دعوت دی۔ ان حضرات کو کلکتہ ہو کر ڈھاکہ جانا تھا، کلکتہ میں ان کے قیام وطعام کے انتظام کے لئے نواب صاحب نے اپنے ایک دوست کو متعین کردیا، جب حضرت تھانویؒ کلکتہ پہنچے تو نواب صاحب کے دوست نے شایان شان انتظام کیا اور بہت مسرت کا اظہار کیا اور دوران گفتگو ان نواب صاحب نے یہ اصرار کیا کہ حضرت ہدیہ نہ قبول کرنے کی شرط واپس لے لیں حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ :

"یہ کیا ضروری ہے کہ محبوب کو گھر بلا کر ہی ہدیہ دیا جائے، اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر یا گھر بھیج کر بھی ہدیہ دیا جاسکتا ہے"۔

وہ رئیس صاحب اپنی مالداری کے زعم میں کہنے لگے کہ :

"جناب معاف فرمایئے ! پیاسا کنویں کے پاس آتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا"۔

حضرت تھانویؒ رئیس کی اس بات پر نہایت کبیدہ خاطر ہوئے، اور عالمانہ استغنا کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ :

"آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ حضرات کنواں ہیں اور ہم پیاسے! اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم کنواں ہیں اور آپ پیاسے! اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے کہ ضرورت کی دو چیزیں ہیں: دین اور دنیا۔ ان میں سے ہماری حاجت کی ایک چیز تو آپ کے پاس ہے یعنی دنیا، تو وہ اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے، لیکن آپ کی حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے یعنی دین، وہ آپ کے پاس بقدر

ضرورت بھی نہیں۔ اس لئے آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے؟
آپ پیاسے ہوئے اور ہم کنواں ہوئے، یا ہم پیاسے اور آپ کنواں
ہوئے''۔ اور یہ فرما کر کلکتہ ہی سے خود اپنے کرایہ سے واپس تھانہ بھون
تشریف لے آئے اور ڈھاکہ نہیں گئے اور نواب صاحب اصرار کرتے
رہ گئے۔ (تیس بڑے مسلمان ۳۴۴، ۳۴۵)

زائد از ضرورت مال کے استعمال کا ریاست

بیت المال کو شرعاً اختیار حاصل نہیں:

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ نواب رامپور قادیانیوں سے مناظرہ کے لئے
تشریف لے گئے، واپسی کے وقت نواب صاحب نے حضرت کو کرایہ سے کچھ زیادہ رقم دینی
چاہی، تو آپ نے یہ کہہ کر رقم واپس کردی کہ:

''ریاست کو بیت المال سے زائد از ضرورت تصرف کرنے کا شرعاً
اختیار حاصل نہیں ہے''۔ (تیس بڑے مسلمان ص: ۳۴۶)

حضرت تھانویؒ کا ارشاد ''یہ حقوق العباد تھے'':

دھولیہ سے کچھ لوگ تھانہ بھون گئے، وہاں جو پہنچے تو بے وقت پہنچے، حضرت
تھانویؒ نے فرمایا ابھی کیسے؟ گاڑی کا وقت تو نہیں ہے؟ کہا حضرت! ہم لوگ آرہے تھے تو
ٹرین میں نیند لگ گئی اور اگلے اسٹیشن پر جاکر آنکھ کھلی تو وہاں اُترے، حضرت نے فرمایا کہ
اچھا! پہلے ایک کام یہ کریں کہ تھانہ بھون سے جو اگلا اسٹیشن ہے وہاں تک ٹکٹ لیں اس کو
پھاڑیں اور پھر یہاں پر آئیں، مصافحہ کریں اور رہیں یہ حقوق العباد تھے اب تو کچھ بھی

نہیں۔ (اکابر کے ایمان افروز واقعات ص ۳۴۴)

یہ جملہ نہ ہوتا تو لے لیتا:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

''ایک رئیس نے میرے پاس دو سو روپے مدرسہ کے لئے بھیجے اور لکھا
کہ میرا ارادہ ہے آپ کو یہاں بلانے کی تحریک کروں، اگر یہ جملہ نہ ہوتا
تو میں لے لیتا۔ میں نے لکھ دیا کہ روپوں کے ساتھ بلانے کی درخواست
کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپے بھیجنے سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ میں
ان سے متاثر ہوکر آپ کی درخواست کو منظور کرلوں، اس لئے میں نے وہ
روپے نہیں لئے، ڈاکخانہ میں جمع کردیئے ہیں اگر آپ کے جواب سے
یہ شبہ رفع ہوگیا تو لے لوں گا ورنہ واپس کردوں گا۔ آخری ان کا خط آیا
کہ مجھ سے بدتمیزی ہوئی۔ آپ سے یہ درخواست نہیں کرتا، میرا یوں جی
چاہتا ہے کہ کسی کا احسان رکھ نہ لیا جائے''۔
(التبلیغ ص ۱۰ ج ۱۵ بحوالہ تحفۃ العلماء ج ۱ ص ۲۶۰)

میری وجہ سے دو نقصان ہوں گے:

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ مجھے بھوسہ کی ضرورت تھی اور میرے بھائی کے یہاں بھوسہ تھا کیونکہ
وہ زمیندار تھا، میں ان کے یہاں سے بھوسہ تک نہ منگایا۔ بعض لوگوں نے مصلحت پوچھی، تو
میں نے کہا کہ یہ انتظام کے بالکل خلاف ہے، ان کا کام تو ملازموں کے ہاتھ میں رہتا ہے،
میری وجہ سے دو نقصان ہوں گے، ایک تو ان کو خیانت کا موقع ملے گا، دوسرے ان کو ان

سے محاسبہ پر قدرت نہ ہوگی کیونکہ انہیں یہ بہت اچھا موقع ملے گا کہ آپ کے بھائی یہاں جایا کرتا ہے"۔ (تحفۃ العلماء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

پیسے نہیں ہیں پیسے چاہیئے :

حضرت شیخ الاسلامؒ مہینے کے آخر میں مقروض رہتے تھے۔ایک واقعہ حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہم نے سنایا کہ :

"مہینے کے آخر میں حضرت مقروض ہوجاتے تھے اور قرضہ لینے کی نوبت آتی تھی اور قرض صرف دو آدمیوں سے لیتے تھے۔ایک حضرت مولانا اعزاز علیؒ شیخ الادب سے، دوسرے کتب خانہ اعزازیہ کے مالک مولانا سید احمد صاحب تھے۔میری والدہ مہینے کے آخر میں حضرت سے کہتی تھی کہ پیسے نہیں ہیں پیسے چاہیئے تو حضرتؒ قرض لینے کا اہتمام کرتے تھے"۔

ابا دو پیسے دیدیجئے :

حضرت مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم نے اپنا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ :

"حضرت مدنیؒ جب سبق پڑھانے تشریف لے جاتے تھے تو میں کہتا تھا کہ اباجی دو پیسے دیدیجئے، کبھی انکار نہیں فرماتے تھے، فوراً جیب سے بٹوہ نکال کر دیدیتے تھے اور وہ بٹوہ اتنا موٹا ہوتا تھا کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ

پتہ نہیں کتنے پیسے ہوں گے؟ میں دیکھتا تو ایک پیسہ بھی اس میں نہیں نکلتا۔صرف کاغذات ہوتے تھے۔ایک بار ایسا ہوا کہ حضرتؒ نے بٹوہ دیا تو اس میں پانچ روپے تھے۔میں نے نکال لئے اور بٹوہ واپس کردیا اور میں بڑا خوش تھا کہ آج کام بن گیا۔میری والدہ نے مجھے ڈانٹا کہ پتہ نہیں تنخواہ ملی ہوگی اور وہ بھی نکال لیے، تجھے معلوم ہے کہ مہینہ کے آخر میں اباجی کے پاس پیسے نہیں ہوتے، واپس کردے میں نے والدہ کے کہنے پر واپس کردیئے"۔

ڈیڑھ روپے تنخواہ بچی :

حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہ نے ایک واقعہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ :

"ایک دن حضرت مدنیؒ سبق پڑھا رہے تھے کہ دفتر اہتمام کی طرف سے ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ حضرت تنخواہ وصول فرمالیجئے۔حضرتؒ نے کتاب بند کی اور طلباء سے فرمایا کہ ابھی تنخواہ لے کر آتا ہوں، حضرتؒ جو گئے پیچھے طلباء نے آپس میں طے کرلیا کہ آج تو حضرتؒ سے مٹھائی کھانی ہے۔حضرتؒ تنخواہ لے کر تشریف لائے تو طلباء نے سبق شروع ہونے سے پہلے کہا کہ حضرت! آج تو تنخواہ ملی ہے، مٹھائی کھلایئے۔حضرت نے فرمایا کہ لو بھئی! مسئلہ ہی حل ہوگیا ڈیڑھ روپے نکال دیئے اور فرمایا کہ یہ تنخواہ ملی ہے اس سے مٹھائی کھالو"۔ (القاسم ش ۱۹۶ اپریل ۲۰۰۵ء ص ۳۱، ۳۲)

ذلت کے ساتھ رقم لینا منظور نہیں :

مولانا رشید الدین حمیدی مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد فرماتے ہیں کہ

مجھے ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کچھ مقروض ہیں، تو میں نے حیدرآباد میں نواب فخر یار جنگ اور چند با اختیار حکام سے ذکر کیا۔ طے پایا کہ مولانا کو یہاں بلایا جائے اور حیدری صاحب اور دوسرے وزراء سے ملایا جائے، پھر تحریک کرکے پانچ ہزار روپے خیرات کی مد سے دلایا جائے۔

میں نے حضرت مدنیؒ کو لکھا۔ حضرتؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ اس ذلت کے ساتھ مجھے رقم لینا منظور نہیں۔ (شیخ الاسلام واقعات وکرامات کی روشنی میں ص ۴۷)

زادِ راہ کیا ہوگا ؟

حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نے شادی کے موقع پر ہندوستان میں سسرال والوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ مدینہ جانے کے دو سال بعد اپنے خرچ پر اہلیہ محترمہ کو ہندوستان واپس لاکر خاندان والوں سے ملاؤں گا' جب دو سال پورے ہونے کو آئے تو آپ کو ایفائے وعدہ کے سلسلہ میں تشویش لاحق ہوئی کیونکہ زادِ راہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ کے تلامذہ' معتقدین اور متوسلین کی تعداد کچھ کم نہ تھی، اس کے باوجود آپ نے پریشانی کا اظہار کسی سے بھی نہ فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ راوی ہیں کہ اس موقع پر آپ نے رات کے وقت روضۂ اطہر کی جالیاں پکڑ کر دعا فرمائی کہ :

''اے اللہ! تو میرے وعدہ کو پورا کرا دے''۔

اس کے بعد آپ نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ لوگ بار بار سوال کرتے کہ خرچ سفر کیا ہوگا۔ حضرتؒ ہنس کر فرماتے کہ : ''اللہ دیگا''۔ (شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۶۷)

ارسال کردہ رقم کا حساب :

آپ (شیخ الاسلام مدنیؒ) کو جب پہلی مرتبہ باڑھ (ضلع پٹنہ بھارت) مدعو کیا

گیا تو خرچ سفر بذریعہ منی آرڈر بھیج دیا گیا۔ یہ کافی متمول مسلمانوں کی آبادی ہے۔ جلسہ کے بعد جب واپسی آیا تو لوگوں نے ایک بڑی رقم پیش کی۔ حضرتؒ نے فرمایا: ٹھہریئے! لوگوں نے سمجھا کہ حضرتؒ نے رقم کو کم خیال کرتے ہوئے ایسا فرمایا ہے تو فوراً اس میں اضافہ کر دیا گیا لیکن اسی اثناء میں حضرتؒ نے بیگ سے کچھ روپے اور حساب کا کاغذ نکال کر دیا اور فرمایا :

''آپ نے جو روپے بھیجے تھے اس کا حساب یہ ہے اور اتنے روپے اس میں بچ گئے ہیں''۔ لوگوں نے بے حد اصرار کیا کہ حضرت بچی ہوئی رقم کو واپس نہ فرمائیں اور جو روپے پیش کئے جا رہے ہیں، ان کو قبول فرمالیں' مگر حضرتؒ نے صاف انکار فرما دیا''۔

(شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۳۷)

شیخ الہندؒ کے راستے سے نہیں ہٹ سکتا :

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کراچی سے رہا ہو کر آئے تو بنگال کونسل کے ایک ممبر نے ان سے کہا کہ ۴۰ روپے نقد اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں پانچ سو روپے (۵۰۰) ماہوار کی پروفیسری آپ کے لئے ہے، اس کو منظور فرمالیں۔ حضرتؒ نے پوچھا کام کیا کرنا ہوگا؟ ممبر صاحب نے کہا کچھ نہیں صرف تحریکات میں خاموش رہیں، حضرت نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ جس راستہ پر لگائے گئے اس سے نہیں ہٹ سکتا۔

(اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں ص ۱۱۷)

سلاطین کے دربار سے مجھے کیا واسطہ ؟

حاجی احمد حسین صاحب لاہرپوری فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء ماہِ جون میں حضرت

مدنیؒ بسلسلۂ حج وزیارت تشریف لے گئے۔ میں وسطِ جولائی کو آخری جہاز سے روانہ ہوا، بمبئی میں شناسا سے معلوم ہوا کہ ملکِ حجاز نے حضرتؒ کو آپ کی پوری جماعت کے ساتھ ریاض مدعو کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی کانوں تک پہنچی کہ حضرتؒ نے جلالۃ الملک کی دعوت کو قبول فرمالیا ہے۔ مجھے مسرت ہوئی کہ میں بھی حضرتؒ کے ہمراہ ریاض جاؤں گا، مکہ مکرمہ میں جب حضرتؒ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنی تمنا کا اظہار کیا۔ آپ نے حیرت سے فرمایا کہ :

"مجھے سلاطین کے دربار کی حاضری سے کیا واسطہ؟ میں ایک گوشہ نشین فقیر ہوں، سلاطین وامراء سے تعلق نہیں رکھتا ہوں"۔

میری اس گفتگو کے بعد ایک صاحب نے بتایا کہ حکومت کی جانب سے اس قسم کی تحریک ضرور ہوئی تھی، مگر حضرت اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔

(شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۰۲)

چور صندوقچی کو اُٹھا کر لے گیا :

ایک مرتبہ حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحبؒ خزانچی ومنتظم حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نے بقرعید کے موقع پر تقریباً تین سو روپیہ قربانی اور دیگر اخراجات کے لئے پس انداز کیا تھا، اتفاق سے کوئی چور صندوقچی کو اُٹھا کر لے گیا، جب حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا :

"قاری صاحب! آپ نے توکل کے خلاف کیا تھا جب ہی تو چوری ہوئی"۔

فقط اتنا فرمانے کے بعد کچھ نہ فرمایا، آپ کی شان توکل بلند تھی۔

(انفاس قدسیہ ص ۵۳)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

اتنی سخت پریشانی کبھی نہیں ہوئی :

حضرت لاہوریؒ کو ایک مرتبہ گورنر مغربی پاکستان امیر محمد خان نواب آف کالا باغ کے لڑکے کی شادی پر بلایا گیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ مجھے اتنی سخت پریشانی کبھی نہیں ہوئی جتنی اب ہوئی ہے کیونکہ گورنر کچھ کھلائے گا اور دے گا۔ میں نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ لوں گا، لیکن خدا کی قدرت کہ جب نکاح کے بعد سب کھانے کے کمرے میں چلے گئے تو حضرت لاہوریؒ کمرے میں علیحدہ رہ گئے اور دوسرے دروازے سے نکل کر کار میں بیٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ نہ انہیں اصرار کرنا پڑا اور نہ مجھے انکار، اور حضرت اس واقعہ کو بیان فرما کر بہت خوش ہوتے کہ مجھے اللہ نے ان کا کھانا کھانے سے محفوظ رکھا۔ (اکابر کے ایمان افروز واقعات ص ۳۳۴، ۳۳۵)

"شکایتِ حال شکایتِ ربِّ ذوالجلال ہے" :

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی زندگی بہت زاہدانہ تھی۔ ہفتوں فاقے برداشت کیے مگر مشتبہ کھانے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ کسی کے سامنے اشارۃً یا کنایۃً اپنی حاجت کا اظہار کیا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے:

"غیر کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا خدا کی غیرت کو چیلنج دینا ہے، شکایتِ حال شکایتِ ربِّ ذوالجلال ہے"۔

ہفتہ بھر بھنے ہوئے چنوں سے گزارا کیا :

ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے پنجاب کے ایک وزیر اعلیٰ نے اپنے گاؤں آنے کی درخواست کی، تاکہ ان کے گاؤں والوں کو حضرت کی صحبت سے فائدہ پہنچے، حضرت لاہوریؒ نے وزیر اعلیٰ سے فرمایا :

''ٹھیک ہے میں آپ کے گاؤں ضرور چلوں گا، مگر اس شرط پر کہ میرے کھانے وغیرہ کا انتظام آپ کے ذمے نہ ہوگا''۔

وزیر اعلیٰ نے خیال کیا کہ حضرت شاید میری مشتبہ آمدنی کی وجہ سے ایسی شرط عائد کر رہے ہیں، اس لئے انہوں نے عرض کیا :

''حضرت آپ کے کھانے کا انتظام کسی تقویٰ شعار گھرانے میں کر دیا جائے گا''

''میرا مطلب وہ نہیں جو آپ سمجھے''۔ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا،

''میرا مطلب یہ ہے کہ میرے کھانے وغیرہ کے معاملات سے آپ کو کوئی سروکار نہ ہوگا، شرط منظور ہو تو چلیں''۔

ہر صورت میں وزیر اعلیٰ کو یہ شرط ماننی پڑی۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ تشریف لے گئے۔ اس بارے میں فرماتے تھے کہ :

''میں نے بھنے ہوئے چنے ساتھ لے لئے تھے جب سب لوگ سو جاتے تو میں مٹھی بھر چنے نکال کر کھالیتا۔ ہفتہ بھر یہی معمول رہا''۔

(حکایات الاسلاف ج۱ ص۱۰۲)

نکاح پر عطیہ لینے سے انکار :

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا کہ :

''ایک دن میرے ایک دوست بڑی شاندار موٹر کار میں مجھے نکاح پڑھوانے کے لئے لے گئے۔ میرے گھر میں پانچ دن کا فاقہ تھا اور مجھ سے چلنا مشکل تھا لیکن یہ اُصول تھا کہ جہاں نکاح پڑھانے جاتے وہاں نہ کھاتے تھے نہ ایک گھونٹ پانی کا پیتا۔ اللہ کا شان! فرمانے لگے جب میں نکاح سے فارغ ہوا۔ ۱۹۲۴ء کی بات ہے سستے زمانے تھے اور اس مالدار آدمی نے 50 روپے دیئے تو میں نے کہا اللہ آپ کو برکت دے، میں نے اللہ کی رضا کے لئے نکاح پڑھانا اپنا معمول بنالیا ہے۔ میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ حضرتؒ فرماتے تھے میرا نفس مجھے کہنے لگا احمد علی تو نے مانگے تو نہیں خود ہی دے رہا ہے، مگر میں نے نفس کو فوراً ڈانٹا کہ آج تو ایک دفعہ اُصول سے ہٹا، ساری زندگی کبھی بھی اُصول پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔ اپنے رب کی ذات پر بھروسہ کر''۔

(حضرت لاہوریؒ کے حیرت انگیز واقعات ص۱۳۵)

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے زیر سایہ زاہدانہ تربیت :

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نو برس کی عمر تک ہی پہنچ پائے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ سندھ کے ولی کامل اور قطب وقت حضرت دین پوریؒ کے حکم سے حضرت مولانا سندھیؒ نے اس بچہ کی والدہ سے نکاح کر لیا۔ اس لحاظ سے حضرت سندھی مرحوم اس بچے کے سوتیلے باپ بھی ہوگئے۔ چنانچہ اس بچے کے دوسرے بھائیوں کی بھی تربیت مولانا سندھیؒ کے سپرد ہوگئی لیکن کچھ عرصہ بعد یہ بچہ اپنی والدہ کی شفقتوں سے بھی محروم ہوگیا، وہ نکاح کے بعد کچھ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔

مولانا سندھیؒ سخت مزاج تھے، ہر وقت اس بچے کو کام میں مصروف رکھتے، گھر کی ہر ضرورت کے لئے یہی بچہ ملازم اور مزدور کا کام دیتا۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹنے سے لے کر پانی بھرنا اور اپنے بھائیوں اور مولانا سندھیؒ کے بچوں تک کے کپڑے دھونا وغیرہ سبھی کام اس بچے کے ذمہ تھا، کوئی شبہ نہیں کہ ننھی سی جان پر اتنا بوجھ ڈالنا بہت بڑی زیادتی ہے لیکن عامی کی نظر اور اہلِ دل کی نظر کے زاویے مختلف ہوتے ہیں۔ نظر تو یہی ہے جس کا اظہار کر دیا لیکن اہلِ دل کا نقطہ نظر ہمارے وہم سے بھی نہیں آ سکتا۔ اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن کا فرق یہیں سے واضح ہو جاتا ہے۔ پھر طرفہ تماشا یہ کہ کھانے کو بھی پیٹ بھر کر نہیں دیا جاتا تھا۔ حضرت مولانا سندھیؒ کے گھر سے دو روٹیاں آتی تھیں۔ ایک مولانا سندھیؒ کھا لیتے اور دوسری یہ بچہ کھاتا اور یہ حالت اس وقت تک قائم رہی جب کہ یہ بچہ مقتداء نام اور پیشوائے دین بن چکا بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ جب سیری نہ ہوتی اور تقاضا شدید صورت اختیار کر جاتا تو جنگل میں جا کر پھلیوں وغیرہ سے پیٹ بھر لیا جاتا۔ (زہد و تقویٰ ص: ۱۲۵)

تربیتِ توکل :

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ حضرت مولانا سندھی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ امروٹ تشریف لائے، تو عربی فارسی صرف و نحو اور منطق وغیرہ حضرت سندھیؒ سے پڑھتے تھے۔ حضرت علامہ تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہٗ کے زیرِ تربیت اللہ اللہ کرنے والوں کی جماعت تھی، جن کی زندگی اصحابِ صفہ کی زندگی سے مشابہ تھی، لنگر میں جو کچھ اللہ تعالیٰ بھیج دیتا، وہی ان لوگوں کی شبانہ روز کی خوراک ہوتی۔ بعض اوقات دونوں وقت کا فاقہ ہوتا، بعض اوقات سوکھی روٹیاں چبائی جاتیں۔ حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے کہ بعض دفعہ ستو کی قسم کی خوراک ہوتی جس میں سے ستارے بھی نظر آتے، اس کا نام ستارہ پلاؤ تھا۔

بارک اللہ! یہ متوکلین کی جماعت ایک قطب الاقطاب کی سرپرستی میں تمام کائنات سے منہ موڑ کر تسلیم و رضا کے ابواب یاد کر رہی تھی۔ یہ دینِ حنیف کے وہ شہسوار ہیں جو کہ ہر زمانے میں کائنات کے کسی نہ کسی گوشے میں اسی طرح تربیت پاتے ہیں۔

(ماخوذ انوارِ ولایت)

ذریعۂ معاش :

حضرت لاہوریؒ نے امامت، خطابت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تمام تبلیغی و دینی اُمور اور نکاح وغیرہ کو کبھی بھی ذریعۂ معاش نہیں بنایا۔

(۱) لاہور سکونت اختیار کی تو ذریعۂ معاش کچھ نہ تھا گھر میں کئی کئی روز فاقہ رہتا مگر آپ نے کبھی اپنے دونوں مربیوں کے سامنے ذکر بھی نہیں کیا، ایک دفعہ حضرت غلام محمد دین پوریؒ نے خود ہی فرمایا بیٹا! گھر کے برتن مانجھ کر رکھ دیا کرو اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اللہ اللہ کرتے رہو، اللہ مسبب الاسباب ہے۔ اللہ بہت رزق عطا فرمائیں گے۔ حضرت لاہوریؒ نے بتایا کہ اس کے بعد رزق کے دروازے کھل گئے۔ (زہد و تقویٰ ص: ۱۲۸)

(۲) جناب قاضی محمد عدیل عباسی ایڈیٹر زمیندار ۱۹۲۲ء لاہور اپنے ایک مضمون ''حضرت مولانا احمد علیؒ'' میں لکھتے ہیں کہ :

''جمعرات کا پورا دن اور جمعہ کی نماز سے پہلے کا وقت ان ڈیڑھ دنوں میں مولانا اپنی معاش کا بندوبست فرماتے، کبھی کتابوں کی کتابت کرتے کبھی صابن سازی کرتے، میں نے خود تو صابن بناتے نہیں دیکھا، شاید یہ کام گھر میں کرتے تھے لیکن کتابت کی اصلاح میں مشغول دیکھا ہے، ڈیڑھ دن کی اس آمدنی سے پورے ہفتہ کے گھر کا خرچ چلاتے اور سارے اوقات دینی کاموں میں صرف فرماتے۔ یہ آمدنی انتہائی قلیل

ہوتی تھی، میں نے سنا ہے بعض اوقات پورا گھر بھنے چنے پر وقت گزار دیتا، مگر با ایں ہمہ یہ ممکن نہ تھا کہ شانِ خودداری اور فقر و استغناء میں کوئی فرق آئے۔

(۳) قاضی محمد عدیل عباسی صاحب اسی مضمون میں ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جمعیت العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس کلکتہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا، واپسی پر گورکھ پورہ کے لوگ سخت اصرار کر کے انجمن اسلامیہ کے جلسے میں لے گئے آپؒ نے تقریر میں درسِ قرآن جاری فرمانے پر زور دیا، اس انوکھی بات کا لوگوں کے ذہنوں پر بڑا اچھا اثر پڑا، یہ تعمیری پروگرام تھا اور زمانے کی روش سے ہٹا ہوا۔ جب آپ واپسی کے لئے سٹیشن پہنچے تو منتظمین انجمن نے پچاس روپے پیش کئے۔ مولانا نے پوچھا یہ کیا ہے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کہہ دے نذر ہے، یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ کرایہ ہے تو فرمایا لاہور سے کلکتہ اور واپسی کا خرچ جمعیت العلماء ہند نے دے دیا، آپ لوگ سٹیشن سے تانگہ پر لے گئے اور واپس لائے اپنے ہاں کھانا کھلایا، میرا تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوا تو پھر کرایہ کیسا؟ تب لوگ مجبور ہوئے اور کہا کہ حضرت نذر سمجھ کر رکھ لیجئے، تو حضرت شیخ التفسیر نے نذر قبول کرنے سے انکار فرمایا''۔ (زہد و تقوی: ص ۱۲۹)

زہد و ورع:

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مشہور زمانہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و مایہ ناز ادیب، خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ سے

۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھا، علمی و باطنی تلمذ کا شرف حاصل ہے، آپؒ کی خدمتِ اقدس میں کئی کئی ماہ قیام کی سعادت سے مشرف ہوا، آپ کا سب سے زیادہ روشن امتیازی وصف زہد ورع، احتیاط اور زاہدانہ و مجاہدانہ زندگی ہے۔ آپ انجمن خدام الدین کے امیر اور بانی صدر انجمن تھے جس کے تحت مدرسہ قاسم العلوم، مدرسۃ البنات ہفت روزہ خدام الدین مکتبہ کی دوسری خدمات کثیر التعداد تبلیغی رسالہ کا اجراء، ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید اور دیگر دینی سرگرمیاں سب مولانا کی محنت، اخلاص اور مقبولیت کی رہینِ منت تھیں، لیکن یہ امر حیرت ناک ہے کہ آپؒ کی یہ تمام خدمات اعزازی اور رضا کارانہ تھیں اور آپ ان تمام اداروں سے ایک پیسہ بھی لینے کے روادار نہ تھے اور نہ ہی ان اداروں سے کبھی اپنی اولاد کے لئے کوئی منفعت حاصل کی حتی کہ ہفت روزہ خدام الدین بھی خرید کر پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ آپؒ سخت علیل ہوگئے، معالجین نے جو دوا و غذا کا نظام بنایا اس کی آپ کی زاہدانہ زندگی میں کہیں گنجائش نہ تھی، اراکین نے یہ سمجھ کر کہ ان تمام اداروں کا وجود مولانا کے دم سے ہے آپؒ کے علاج معالجہ پر کچھ خرچ انجمن کے فنڈ سے کر دیا۔ آپؒ کو صحتمند ہونے کے بعد جب یہ معلوم ہوا تو سخت جز بز ہوئے اور فرمایا کہ مجھے ناجائز کھلا دیا اور پورا حساب اپنے پاس سے بے باق کر دیا۔

انتہائی عسرت اور نہایت سادگی:

مدرسہ قاسم العلوم کی طالب علمی کے دوران میں واقفین حال سے کئی دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت کے ہاں کبھی کبھی فاقہ ہوتا ہے جبکہ طلبہ کے لئے بڑی فراوانی کے ساتھ کھانے پکتے اور ہم سب طلباء آسودہ ہو کر کھاتے لیکن مجال نہ تھی کہ مولانا کے ہاں اس میں سے ایک دانہ بھی پہنچ جاتا یا ان کے گھر کا کوئی بچہ بھی اس کھانے سے مستفید ہوتا حالانکہ آپؒ کا

دولت خانہ مدرسہ کے عقب میں تھا اور درمیان میں صرف ایک پتلی سی گلی تھی۔ ہم لوگوں کو خوب اندازہ تھا کہ مولانا کے ہاں انتہائی عسرت اور نہایت سادگی کے ساتھ گذران ہوتی ہے، ہفتہ میں ایک آدھ دن کوئی مزدوری کا کام کر لیتے جس سے پورے ہفتہ اہل وعیال کی گذران کا بندوبست ہوتا، اگر کوئی مہمان آ جاتا تو اخفاءِ حال کے لئے کھانے کا انتظام باہر سے فرماتے۔ انجمن کے کسی خادم یا منتظم کو کچھ نقد عنایت فرما کر مہمانوں کی میزبانی ہوتی۔

میں گھر میں خبر دینا بھول گیا :

رمضان المبارک میں عام طور پر غریب مسلمانوں کے ہاں بھی کچھ نہ کچھ اہتمام اور تکلف ہو ہی جاتا ہے لیکن مولاناؒ کے ہاں اتنا بھی اہتمام نہ پایا۔ افطار عام طور پر پنجاب کے رواج کے مطابق چھوہارے یا پانی سے ہو جاتا تھا، ایک روز مولاناؒ نے فرمایا آج کھانا میرے ساتھ کھانا، نماز مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہوئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا، مولوی ابوالحسن میں گھر میں خبر دینا بھول گیا کہ آج آپ ساتھ کھانا کھائیں گے، یہ فرما کر مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا، گھر پہنچے تو سادہ روٹی اور ماش کی دال سامنے تھی، آپؒ نے میری خاطر دہی کا اہتمام فرمایا۔ (زہد وتقوی: ۱۳۱)

دنیا جیتی جاگتی جنت :

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنی زندگی کا واقعہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں :

”میرے سسر بڑے دانشمند تھے، انہوں نے مجھے اس وقت پہچان لیا جب احمد علی احمد علی نہیں تھے۔ اب تو احمد علی احمد علی ہیں۔ میرے سسر کی بچی جب جوان ہوئی تو انہوں نے اس کے لئے ایک قابل اور نیک بندہ ڈھونڈنے کیلئے مدارس کا دورہ کیا اور دیوبند پہنچے۔ حضرت لاہوریؒ کے

بارے میں پتہ چلا تو ان کے حالات معلوم کئے اور استادوں کے ذریعے بات طے ہوگئی۔ نکاح کے بعد بیوی کو لے آئے، بڑی تنگدستی سے وقت گزارا، حتیٰ کہ بیوی میاں کئی کئی دن چنے کھا کر گزارا کرتے۔ بیوی جب میکے واپس گئی تو ماں کے پوچھنے پر کہا کہ اماں میں تو سنتی تھی کہ مر کر جنت میں جائیں گے میں تو دنیا میں ہی جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی صابرہ وشاکرہ بیوی عطا کی۔ ان کے صبر کی برکت سے پھر رزق کے دروازے کھلتے گئے، حتیٰ کہ پھر ایسا بھی وقت آیا کہ سرگودھا کے کلیار خاندان کی عورتیں برکت کے لئے حضرتؒ کے گھر جھاڑو دینے کے لئے آتیں تھیں“۔ (مجالس فقیر ج۲ ص۸۶)

کمال سادگی :

آپ (حضرت لاہوریؒ) سفر وحضر میں نہایت ہی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ نواب بہاولپور کی دعوت پر بہاولپور تشریف لے گئے۔ نواب صاحب کی طرف سے استقبال کے لئے ریلوے سٹیشن پر وزیر اعظم صاحب اور دوسرے خدام حاضر ہوئے۔ حضرت جب پلیٹ فارم پر تشریف لے آئے تو آپ کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک مصلی تھا جس کے ساتھ ایک جیب سی لگی ہوئی تھی۔ اس میں بعض ضروری اشیاء رکھ لیا کرتے تھے۔ وزیر صاحب نے حضرتؒ سے معلوم کیا کہ سامان اور خدام کس ڈبے میں ہیں، حضرتؒ نے فرمایا :

”میرا سامان صرف یہی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے، خادم وغیرہ کوئی ساتھ نہیں، چنانچہ اس سادگی میں تشریف لے گئے“۔ (زہد وتقوی: ۱۳۱)

لے کر احکامات لینے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ سینکڑوں لوگ حضرت کے گھر کے سامنے جمع تھے۔ کئی چار پائیاں سڑک پر بچھی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوا کسی نے مخبری کی ہے کہ حضرتؒ کا تعلق بھگت سنگھ اور دت کی دہشت پسند انقلابی تنظیم سے ہے۔ حضرتؒ کے گھر میں اس تنظیم نے بم چھپائے ہیں جو گھر میں کسی کوٹھری میں چھپا رکھے ہیں۔ چنانچہ ایک سکھ انسپکٹر سی آئی ڈی اپنے ماتحت اسٹاف کو ساتھ لے کر خانہ تلاشی کر رہے ہیں۔

حضرت اپنے فرزند عبید اللہ انور سلمہٗ کو جن کی عمر اس وقت غالباً دو تین سال کی تھی گود میں لئے ٹہل رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو فرمایا تم ذرا بچے کو گود میں لے لو تو میں اندر ہو آؤں۔ میں نے صاحبزادہ بلند اقبال کو اپنی گود میں لے لیا اور ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد حضرتؒ آگے آگے اور سی آئی ڈی کا اسٹاف پیچھے پیچھے مکان سے برآمد ہوئے اور سب لوگ چار پائیوں پر بیٹھ گئے۔ سکھ انسپکٹر نے حضرتؒ سے کہا مولوی صاحب! مجھے ندامت ہے اس مخبر نے بالکل جھوٹی اطلاع دی تھی۔ دوبارہ اسے مغلظات دینے کے بعد اس نے کہا آپ مجھے معاف کر دیں۔ حضرتؒ نے فرمایا مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے تم نے تو اپنا فرضِ منصبی انجام دیا، لیکن تمہیں مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ ''معاف کیا''۔

اس پر اس سکھ افسر نے شکریہ ادا کیا اور کہا مولوی صاحب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا شوق سے پوچھو۔ اس نے کہا میں نے آپ کے سارے گھر کی تلاشی لی ہے۔ اس لئے باورچی خانے کی تلاشی بھی لی ہے، نہ تو آپ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے اور نہ باورچی خانے میں نمک و مرچ، ہلدی گرم مصالحہ، ادرک و پیاز یا رات کی باسی روٹی ہے، آپ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (اس نے واقعی تلاشی لی تھی، ہر ڈبہ کھول کر دیکھا تھا) تو آپ کھاتے کہاں سے ہیں اور زندگی کیسے بسر کرتے ہیں۔

ہوتی تھی، میں نے سنا ہے بعض اوقات پورا گھر بھنے چنے پر وقت گزار دیتا، مگر بایں ہمہ یہ ممکن نہ تھا کہ شانِ خودداری اور فقر واستغناء میں کوئی فرق آئے۔

(۳) قاضی محمد عدیل عباسی صاحب اسی مضمون میں ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"جمعیت العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس کلکتہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا، واپسی پر گورکھ پورہ کے لوگ سخت اصرار کر کے انجمن اسلامیہ کے جلسے میں لے گئے آپؒ نے تقریر میں درسِ قرآن جاری فرمانے پر زور دیا، اس انوکھی بات کا لوگوں کے ذہنوں پر بڑا اچھا اثر پڑا، یہ تعمیری پروگرام تھا اور زمانے کی روش سے ہٹا ہوا۔ جب آپ واپسی کے لئے سٹیشن پہنچے تو منتظمین انجمن نے پچاس روپے پیش کئے۔ مولانا نے پوچھا یہ کیا ہے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کہہ دے نذر ہے، یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ کرایہ ہے تو فرمایا لاہور سے کلکتہ اور واپسی کا خرچ جمعیت العلماء ہند نے دے دیا، آپ لوگ سٹیشن سے تانگہ پر لے گئے اور واپس لائے اپنے ہاں کھانا کھلایا، میرا تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوا تو پھر کرایہ کیسا؟ تب لوگ مجبور ہوئے اور کہا کہ حضرت نذر سمجھ کر رکھ لیجئے، تو حضرت شیخ التفسیر نے نذر قبول کرنے سے انکار فرمایا"۔ (زہد وتقویٰ: ص ۱۲۹)

زہد وورع :

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مشہور زمانہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مایہ ناز ادیب، خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ سے

۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھا، علمی و باطنی تلمذ کا شرف حاصل ہے، آپؒ کی خدمتِ اقدس میں کئی کئی ماہ قیام کی سعادت سے مشرف ہوا آپ کا سب سے زیادہ روشن امتیازی وصف زہد ورع، احتیاط اور زاہدانہ ومجاہدانہ زندگی ہے۔ آپ انجمن خدام الدین کے امیر اور بانی صدر انجمن تھے جس کے تحت مدرسہ قاسم العلوم، مدرسۃ البنات ہفت روزہ خدام الدین مکتبہ کی دوسری خدمات کثیر التعداد تبلیغی رسالہ کا اجراء، ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید اور دیگر دینی سرگرمیاں سب مولانا کی محنت، اخلاص اور مقبولیت کی رہینِ منت تھیں، لیکن یہ امر حیرت ناک ہے کہ آپؒ کی یہ تمام خدمات اعزازی اور رضاکارانہ تھیں اور آپ ان تمام اداروں سے ایک پیسہ بھی لینے کے روادار نہ تھے اور نہ ہی ان اداروں سے کبھی اپنی اولاد کے لئے کوئی منفعت حاصل کی حتیٰ کہ ہفت روزہ خدام الدین بھی خرید کر پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ آپؒ سخت علیل ہوگئے، معالجین نے جو دوا وغذا کا نظام بنایا اس کی آپ کی زاہدانہ زندگی میں کہیں گنجائش نہ تھی، اراکین نے یہ سمجھ کر کہ ان تمام اداروں کا وجود مولانا کے دم سے ہے آپؒ کے علاج معالجہ پر کچھ خرچ انجمن کے فنڈ سے کر دیا۔ آپؒ کو صحتمند ہونے کے بعد جب یہ معلوم ہوا تو سخت جز بز ہوئے اور فرمایا کہ مجھے ناجائز کھلا دیا اور پورا حساب اپنے پاس سے بے باق کر دیا۔

انتہائی عسرت اور نہایت سادگی :

مدرسہ قاسم العلوم کی طالب علمی کے دوران میں واقفین حال سے کئی دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت کے ہاں کبھی کبھی فاقہ ہوتا ہے جبکہ طلبہ کے لئے بڑی فراوانی کے ساتھ کھانے پکتے اور ہم سب طلباء آسودہ ہو کر کھاتے لیکن مجال نہ تھی کہ مولانا کے ہاں اس میں سے ایک دانہ بھی پہنچ جاتا یا ان کے گھر کا کوئی بچہ کبھی اس کھانے سے مستفید ہوتا حالانکہ آپؒ کا

مریدین و معتقدین کے ہاں کھانے سے گریز :

نواب مظفر خان مرحوم کی اہلیہ کو خواب میں ہدایت ملی کہ وہ آپ سے دلائل الخیرات کی اجازت لیں۔ حضرت نے نواب صاحب کی درخواست پر ان کی اہلیہ کو بیعت فرمایا۔ دلائل الخیرات کی اجازت دے دی، مگر اس قدر روحانی تعلق اور ان کے بے حد اصرار کے باوجود ان کے ہاں بھی کبھی کھانا نہیں کھایا، حتیٰ کہ ایک مرتبہ انجمن حمایت الاسلام کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی تشریف لائے، تو نواب مظفر خان صاحب نے نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی سے سفارش کروا دی۔ حضرت نے منظور تو فرمالیا، مگر جب گھر تشریف لائے تو یاد آیا کہ اسی وقت کی دعوت نواں محلہ کے ایک بڑھئی کی منظور فرما چکے ہیں تو آپ نے معذرت کا رقعہ بھیج دیا اور اس طرح اس دعوتِ طعام سے علیحدہ رہے۔ (زہد و تقویٰ ص: ۱۳۳)

پولیس کو تلاشی میں گھر میں کھانے پینے کا سامان بھی نہ ملا :

پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی شارح اقبالیات فرماتے ہیں کہ انجمن حمایت الاسلام لاہور نے ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی فرمائش پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ''اشاعتِ اسلام کالج'' قائم کیا تھا تاکہ آریوں اور عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمان مبلغین اور مناظرین تیار کئے جاسکیں۔ کالج کی کمیٹی کے صدر مولانا احمد علیؒ اور سیکرٹری شیخ عظیم اللہ مرحوم ایڈووکیٹ منتخب ہوئے۔ بحیثیت پرنسپل میرا تقرر کیا گیا۔ کالج نیا نیا قائم ہوا تھا۔ اس لئے انتظامی معاملات میں ہدایات لینے کے لئے مجھے اکثر اوقات حضرت لاہوریؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔

یہ ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے، حسب معمول دن کے دس ساڑھے دس بجے کالج کی ڈاک

ے کر احکامات لینے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ سینکڑوں لوگ حضرت کے گھر کے سامنے جمع تھے۔ کئی چارپائیاں سڑک پر بچھی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوا کسی نے مخبری کی ہے کہ حضرتؒ کا تعلق بھگت سنگھ اور دت کی دہشت پسند انقلابی تنظیم سے ہے۔ حضرتؒ کے گھر میں اس تنظیم نے بم چھپائے ہیں جو گھر میں کسی کوٹھری میں چھپا رکھے ہیں۔ چنانچہ ایک سکھ انسپکٹر سی آئی ڈی اپنے ماتحت اسٹاف کو ساتھ لے کر خانہ تلاشی کر رہے ہیں۔

حضرت اپنے فرزند عبید اللہ انور سلمہٗ کو جن کی عمر اس وقت غالباً دو تین سال کی تھی گود میں لئے ٹہل رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو فرمایا تم ذرا بچے کو گود میں لے لو تو میں اندر ہو آؤں۔ میں نے صاحبزادہ بلند اقبال کو اپنی گود میں لے لیا اور ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد حضرتؒ آگے آگے اور سی آئی ڈی کا اسٹاف پیچھے پیچھے مکان سے برآمد ہوئے اور سب لوگ چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔ سکھ انسپکٹر نے حضرتؒ سے کہا مولوی صاحب! مجھے ندامت ہے اس مخبر نے بالکل جھوٹی اطلاع دی تھی۔ دوبارہ اسے مغلظات دینے کے بعد اس نے کہا آپ مجھے معاف کر دیں۔ حضرتؒ نے فرمایا مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے تم نے تو اپنا فرضِ منصبی انجام دیا، لیکن تمہیں مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ ''معاف کیا''۔

اس پر اس سکھ افسر نے شکریہ ادا کیا اور کہا مولوی صاحب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا شوق سے پوچھو۔ اس نے کہا میں نے آپ کے سارے گھر کی تلاشی لی ہے۔ اس لئے باورچی خانے کی تلاشی بھی لی ہے، نہ تو آپ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے اور نہ باورچی خانے میں نمک و مرچ، ہلدی گرم مصالحہ، اور پیاز یا رات کی باسی روٹی ہے، آپ کے گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (اس نے واقعی تلاشی لی تھی، ہر ڈبہ کھول کر دیکھا تھا) تو آپ کھاتے کہاں سے ہیں اور زندگی کیسے بسر کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت مسکرائے اور فرمایا :

''ہم فقیروں کا قانون حیات یہ ہے کہ اگر اللہ نے بھیج دیا ہے تو کھا پی لیتے ہیں ورنہ روزہ رکھتے ہیں ۔ ہمارے بچے بھی اس کے عادی ہیں ، چنانچہ جس دن گھر میں کچھ نہیں ہوتا تو یہ بچہ (عبید اللہ انور) بھی اپنی ماں کی طرح صرف پانی پر گزارہ کرتا ہے ۔ فقیر تو آخرت کی فکر کرتا ہے ۔ روٹی کی فکر نہیں کرتا ۔ ہم تو فقیر ہیں ہمارا رازق اللہ ہے'' ۔

یہ سن کر اس سکھ انسپکٹر اور اس کے غیر مسلم سٹاف کی آنکھوں میں آنسو آ گئے رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا کہ :

''واہ گرو کی کرپا سے آج ایک رشی مہاتما کے درشن ہو گئے اور اس نے اپنے کوٹ کے بٹن کھول کر دس روپے کا نوٹ نکال کر حضرت کے چرنوں میں ارپن کر دیا'' ۔

یہ اسی کے الفاظ ہیں یعنی رقم آپ کے قدموں میں بطور نذر پیش کرتا ہوں ۔

حضرت نے مسکرا کر فرمایا :

''انسپکٹر صاحب ! تم نے دیکھ لی میرے اللہ کی کارسازی اور غریب نوازی ! یہ کہہ کر آپ نے اپنے مرید سے کہا لو بھائی یہ نوٹ لے جاؤ اور کھانے پینے کا سامان لے آؤ ۔ یہ فرما کر آپ نے یہ شعر پڑھا ......

کارساز ما بفکر کار ما — فکر ما در کار ما آزار ما

''و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب'' ۔

ایک دن غالباً ۶۱/ ۱۹۶۰ء میں مجھ سے فرمایا ''اللہ کا معاملہ میرے ساتھ بڑا عجیب ہے ۔ میں کلمہ حق کہنے کی پاداش میں ۱۳ مرتبہ جیل جا چکا ہوں اور اللہ ۱۳ بار ہی مجھے اپنے گھر

(خانہ کعبہ) بلا چکا ہے ۔ (ایک حج بعد میں کیا) (زہد و تقویٰ ص ۱۳۸)

بے سروسامانی کی کیفیت دیکھ کر ڈاکٹر کی خدام کو تنبیہ :

کیپٹن غازی خدا بخش صاحب فرماتے ہیں : ''لاہور کی زندگی کے ابتدائی ایام پر ہی غور کریں ۔ کس قدر سیرت رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے ۔ اللہ اللہ ! گرمی کا موسم ہے اور حضرتؒ بیمار ہو گئے ، ڈاکٹر بلایا گیا ، اس نے گھر کے اثاثے کا جائزہ لیا تو چند مٹی کے برتن نظر پڑے وہ بھی خالی ظرف ہے مظروف نہیں ۔ چارپائی پر بستر نہیں ۔ ایک تہبند اوپر ڈالا ہے مکان کی تنگی سے ضیق النفس کا عارضہ لاحق ہوتا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب معائنہ کرنے کے بعد نیچے اُترے اور ہمیں کو سنانے لگے کہ اتنا جید عالم اور اس کے گھر کی یہ حالت ۔ ہوش کے ناخن لیں اور سب سے پہلے مکان تبدیل کر دیں ۔

دوستو ! اگر ایک ایسا وقت تھا تو آخر صبر اور توکل سے ایسا وقت بھی آیا کہ حضرتؒ معہ اہل و عیال چودہ بار حرمین شریف پہنچے اور ایک دفعہ واپس تشریف لا کر فرمایا :

''اس دفعہ تو ہزار روپیہ صرف ہوا ہے اور عزیز حافظ حبیب اللہ کی مکے مدینے میں خاطر و مدارت اس کے علاوہ'' ۔

یہ ہے قرآن پر عمل کا نتیجہ ۔ جب توکل اختیار کرنے والا توکل کرتے ہوئے ذکر و شکر سے کام لیتا ہے اور صبر و نماز سے مدد لیتا ہے تو اللہ کی معیت حاصل ہو جاتی ہے ۔

پھر وہ دیتا ہے تو بغیر حساب دیتا ہے چھپر پھاڑ کر دیتا ہے وہاں سے دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ ہو ، کسی امیر یا رئیس کو اتنی دفعہ حجاز جانا میسر نہیں ہوا ، جتنی دفعہ حضرتؒ کو ارض مقدس میں بذریعہ ہوائی جہاز جانا نصیب ہوا ۔

(زہد و تقویٰ ص ۱۴۰)

صاحبزادوں کی تربیت میں احتیاط :

حضرت لاہوریؒ کے صاحبزادے حافظ حمید اللہ صاحب مرحوم نے یہ واقعہ خود مجھ سے بیان فرمایا کہ وہ تالاب پر بیٹھے روٹی کھا رہے تھے کہ حضرت لاہوریؒ تشریف لائے اور پوچھا یہ کھانا کہاں سے لیا ہے، حافظ حمید اللہ صاحب نے کہا کہ طلبہ کے کھانے میں سے لیا ہے، یہ سن کر حضرتؒ نے ایک چپت رسید کی اور اپنی جیب سے دو آنے نکال کر دیئے کہ جا کر منشی کے پاس طلبہ کے اس کھانے کی قیمت جمع کرا کے آؤ۔ طلبہ کے اس کھانے میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

حالانکہ یہ سب محض آدھی روٹی اور تھوڑا سا آلو کا سالن تھا، قیامِ پاکستان سے پہلے جب کا یہ واقعہ ہے، اس کی قیمت ایک آنہ بھی نہ تھی۔ (زہد و تقویٰ ص:۱۴۵)

ساری رات سردی برداشت کی لیکن سوال نہیں کیا :

انہی کا قصہ ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تحریکِ حریت کی حمایت شیخ العرب حضرت مدنیؒ کی رفاقت اور اکابر علماء دیوبند کے پیغامِ جہاد و حریت کی پاداش میں شیخ لاہوریؒ کو داھون ضلع جالندھر میں قید کر دیا گیا، کھانے پینے کے لئے کچھ پاس نہ تھا، تن پر باریک کپڑے کا صرف ایک کرتہ تھا۔ نومبر دسمبر کی شدید یخ بستہ راتیں آپ نے اس لباس میں گزار دیں۔ تھانے کے قریب کی مسجد میں آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ وہاں کے ایک صاحب یہ کہہ دیا کرتے: ''اگر آپ فرمائیں تو بستر لا دوں۔'' مگر حضرت لاہوریؒ فرماتے اللہ جس حال میں رکھے راضی ہوں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ٹھٹھر ٹھٹھر کر شب بھر کی بیداری برداشت کر لیتے مگر سوال کی ذلت سے اپنے آپ کو بچائے رکھا۔

تبلیغی جلسہ میں شرکت کیلئے غیبی امداد :

امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے فرمایا کہ اوکاڑہ شہر کے وسط میں اللہ کے فضل و کرم سے ایک نہایت دیدہ زیب اور عظیم الشان مسجد تاج المساجد کے نام سے ابھی زیرِ تعمیر ہے۔ اس کے ساتھ ہی جامعہ عثمانیہ قائم ہے اور اس مسجد کے نیچے مسجد اور مدرسے کے اخراجات کے لئے سینکڑوں دکانیں ہیں۔ یہ مسجد حضرتؒ کے ایک جانثار مرید قاضی عبدالرحمٰن صاحب کے خواب کی نہایت پاکیزہ تعبیر ہے۔

قاضی صاحب نے ایک گزشتہ اجلاس کا عجیب و غریب واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب میں نیا نیا اوکاڑے میں آیا تو یہاں ہمارے ہم خیال کم تھے۔ میں نے ایک عظیم الشان جلسے کے انعقاد کا اہتمام کیا اور حضرتؒ کے علاوہ کچھ اور مقررین کو شرکت کی دعوت دی۔ جب حسبِ عادت حضرتؒ نے شرکت کا مشروط وعدہ فرمایا کہ ہم اگر اللہ کو منظور ہوا تو حاضر ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے وقت پر کرایہ مہیا فرما دیا تو انکار نہیں اگر کرایہ نہ بھجوایا تو پھر مجھے معذور سمجھیں۔ قاضی صاحب فرمانے لگے کہ میں جلسہ شروع کرا کے لوگوں کے بار بار حضرتؒ کے متعلق پوچھنے سے کہ آئے ہیں یا نہیں؟ سخت پریشان ہو گیا کہ حضرتؒ تو تشریف لائے نہیں اور دنیا مجھے چھوڑے گی نہیں۔ پروپیگنڈا میں نے کافی کیا ہوا تھا، چنانچہ مجھے خیال گزرا کہ حضرتؒ نے مشروط وعدہ فرمایا تھا اور شاید کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے تشریف نہ لائے ہوں۔ میں جلسہ شروع کرا کے لاہور روانہ ہو گیا کہ منت سماجت کر کے اور اپنے خرچہ سے انہیں لے آؤں۔

جب لاہور پہنچا تو حضرتؒ مکان پر تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا:

''حضرت! جلسہ شروع ہو چکا ہے، اوکاڑہ میں ایک دنیا آپؒ کا انتظار کر رہی

ہے آپ ؒ یہیں ہیں، تشریف لے جانے کا کوئی خیال ہے یا نہیں''؟

تو جواب میں انہوں نے فرمایا کہ :

''آپ کو میری شرط تو یاد ہی ہوگی؟ وہ شرط اگر پوری ہوگئی ہوتی تو میں آپ کے پاس ہی ہوتا۔ ان حالات میں اپنے اُصول کی بناء پر مجبور ہوں''۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے بڑا اصرار کیا کہ :

''حضرت! اس دفعہ میرے ٹکٹ پر تشریف لے چلیں، میں انہیں کس طرح منہ دکھاؤں؟ اس دفعہ جیسا بھی ہو آپ تشریف لے چلیں، پھر دیکھی جائے گی''۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ :

''میں کسی کے کہنے پر اپنے اُصول سے روگردانی نہیں کیا کرتا، آج آپ کے کہنے سے اپنے اُصول نظر انداز کر دوں، کل دوسروں کو پھر کس طرح جواب دے سکوں گا؟ یہ بات ہوتی بڑی مشکل ہے''۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں بڑا پریشان اور مایوسی کی تصویر بنا کھڑا تھا اور اوکاڑے واپس جانے کی مجھے ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے آتے ہی حضرتؒ سے مصافحہ و معانقہ کیا اور کچھ ان کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا :

''حضرت! یہ جناب کے کسی تبلیغی دورے میں خرچ کرنے کے لئے ہے''۔

قاضی صاحب کہتے ہیں اس واقعہ کو دیکھ کر میں بڑا حیران ہوا حضرتؒ نے مسکرا کر وہ رقم میرے ہاتھ میں تھما دی اور مجھے کہا کہ :

''میں اسٹیشن آتا ہوں، تم چل کے ٹکٹ لو''۔ قاضی صاحب موصوف کا بیان ہے کہ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، مارے خوشی کے آنسو بہہ نکلے اور میں خوشی خوشی اسٹیشن پہنچا، اپنا اور حضرتؒ کا ٹکٹ لے کے گاڑی میں جگہ محفوظ کرنے کے لئے آ گیا اور پھر بڑی بے چینی سے حضرتؒ کا انتظار کرنے لگا، مگر انتظار بسیار کے باوجود حضرتؒ تشریف نہ لائے اور گاڑی لاہور اسٹیشن سے چل دی۔ میرا ایک قدم گاڑی کے اوپر ایک قدم نیچے، سخت اضطراب میں تھا، نہ گاڑی پر سوار ہونے کی جرأت ہوتی تھی نہ اُترنے کی ہمت پڑتی تھی۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ آخر گاڑی لاہور کے اسٹیشن سے چل کر باہر شیڈ کے پاس نہ معلوم کس وجہ سے چند منٹ کے لئے رُک گئی، میں پھر گاڑی سے اُتر اُتر کے اسٹیشن کی طرف نظریں دوڑا رہا تھا کہ اتنے میں دور سے تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے حضرتؒ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔

قاضی صاحب کہتے ہیں میری اس کیفیت مسرت و انبساط کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا، حضرتؒ نے گاڑی پر قدم رکھا تھا کہ گاڑی چھوٹ گئی اور اس طرح منزل مقصود پر جب پہنچے تو رات کے نو دس بجے کا وقت تھا اور گرمیوں کی راتیں تھیں، جلسہ بڑی کامیابی سے ہو رہا تھا کہ حضرتؒ کے پہنچتے ہی لوگوں کی بھی خوشی کی حد نہ رہی''۔

(زہد و تقویٰ ص: ۱۴۵)

حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادیؒ

مجھے کیا ضرورت ہے :

ایک مرتبہ الہ آباد سے ہائی کورٹ کا افسر اس تحقیق کے لئے آیا تھا کہ حضرت مولانا فضل رحمان صاحب گنج مراد آبادیؒ کے پاس مجمع ہر ملک کے لوگوں کا اس قدر کیوں رہتا ہے کیونکہ اسی زمانہ میں حیدر آباد دکن سے خورشید جاہ بھی حضرت کے پاس آئے تھے۔ حضرت نے تحقیقاتی افسر سے فرمایا کہ :

"توبہ کے لئے لوگ آتے ہیں' ہم ان کے گواہ ہوجاتے ہیں، تم بھی شرک سے توبہ کرو' ہم گواہ ہوجائیں گے"۔ پھر وہ انگریز بہت خوش ہوا اور کہا کہ "آپ کے خرچ خانقاہ کے لئے اگر فرمایئے تو ملکہ کے پاس لکھوں"۔

آپ نے فرمایا کہ :

"کیا ضرورت ہے' ہمارے پاس خدا کے فضل سے دو جوڑے کپڑے اور لوٹے مٹی کے اور گھڑے موجود ہیں۔ مجھے کیا ضرورت ہے؟"۔۔ انگریز بے مراد رخصت ہوگیا۔

گورنمنٹ کا روپیہ لے کر کیا کروں گا ؟

اسی طرح ایک اور حاکم نے بھی عرض کیا تھا کہ "اگر فرمائیں تو آپ کی خانقاہ کے

لئے گورنمنٹ سے کچھ مقرر کرادیں، آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری گورنمنٹ کا روپیہ لے کر کیا کروں گا؟ خدا کے فضل سے اک رسی کی بنی ہوئی چارپائی اور دو لوٹے مٹی کے اور دو گھڑے مٹی کے موجود ہیں اور بعض مرید باجرہ لے آتے ہیں۔ اس کی روٹی ہوجاتی ہے۔ بی بی صاحبہ کچھ ساگ یا دال پکادیتی ہیں اس سے لگا کر کھالیتے ہیں۔

(تذکرہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی ص ۷۸)

واہ ! ہماری دیوارگری جارہی تھی :

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی مرحوم نے بیان فرمایا کہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کو ایک بار سر شام کسی نے پانچ سو روپیہ نذر کئے، اسی وقت اعلان فرمادیا کہ ہمارے حجرہ کی دیوار گری جارہی ہے، اس کی مرمت کی ضرورت ہے، اہل قصبہ اس ادا سے واقف تھے، بہت سے شرفاء اور غرباء ٹوکریاں اور پھاوڑے وغیرہ لے کر حاضر ہوگئے اور کسی نے دیوار کو ہاتھ لگایا یا کسی نے کچھ کیا۔ آپ نے کسی کو کچھ دیا اور کسی کو کچھ۔ سونے سے پہلے پہلے ساری رقم تقسیم فرماکر فارغ ہوگئے۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ آخر ایسی کیا عجلت تھی؟ فرمایا :

"واہ ! ہماری دیوارگری جارہی تھی تم باتیں بناتے ہو"۔

(تذکرہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی ص ۶۶)

روپیہ ہم کیا کریں گے ؟

ایک وزیر لکھنؤ پر عتاب شاہی ہوا۔ وہ از بس متفکر تھے، سیف الدولہ مرحوم کہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ سے عقیدت رکھتے تھے، انہوں نے وزیر صاحب سے کہا کہ اب کوئی چارہ کار نہیں۔ ان دنوں حضرت مولانا لکھنؤ میں آئے ہوئے

ہیں، ان سے اگر التجاء کیجئے تو یہ کام ہو جائے۔ غرض وہ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض مطلب کیا۔ حضرت نے بشارت فرمائی۔ بادشاہ نے وزیر صاحب کو بلا کر اعزاز بخشا، وزیر صاحب دو ہزار روپیہ نذرانہ لائے۔ حضرت نے فرمایا:

''روپیہ ہم کیا کریں گے، تم اس روپیہ کے قرآن چھپوا دو''۔

پھر آپ لکھنؤ سے چلے گئے اور ایک برس کے بعد پھر لکھنؤ آنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں قرآن مجید چھپے ہوئے تیار تھے۔ وزیر کو خبر ہوئی، ایک اونٹ پر تمام جلدیں قرآن مجید لدوا کر اور بمزید انبساط ایک گھوڑا مع ساز و براق ساتھ لے کر آئے اور نذر کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور وہاں سے سندیلہ کی طرف روانہ ہوئے اور سندیلہ تک سارے قرآن شریف بانٹتے آئے، بلکہ اونٹ بھی دے دیا اور محتاجوں کو گھوڑے کا ساز و سامان و براق تک تقسیم کر دیا اور آخر میں گھوڑا بھی کسی کو عطا فرما دیا۔ (تذکرہ فضل رحمٰن ص ۶۵)

صحابہؓ ایک خرما پر قناعت کرتے تھے:

مولوی محمد یحییٰ صاحب لکھنوی نے فرمایا کہ:

''جب حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ لکھنؤ تشریف لائے تو مطبع مصطفائی میں ٹھہرے۔ ہم بھی حدیث پڑھنے کو جاتے تھے۔ آپ کے مکان سے بجارہ آیا، ہم نے خبر دی کہ حضرت وطن سے آدمی آیا ہے، اس سے خیریت دریافت کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ''ہاں! بلاؤ کہاں ہے''؟ وہ حاضر کیا گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ: ''کہو وطن میں کوئی مرا تو نہیں''۔ اس نے کہا کہ ''نہیں صاحب کوئی نہیں مرا نہیں ہے''۔ پھر جب وہ جانے لگا تو اس نے میر صائب علی صاحب سے کہا گھر میں خرچ

مانگا تھا''۔

میر صائب علی صاحب نے کہا کہ:

''حضرت! عورتوں نے کچھ خرچ مانگا ہے''۔

آپ نے فرمایا کہ:

''خدا کی پناہ! سولہ سیر باجرہ اور سوہ سیر جوار ہم دے کر آئے، یہ سب کھا گئیں غضب خدا کا جنگِ تبوک میں صحابہؓ کو ایک خرما روز دیا جاتا تھا، اسی پر قناعت کرتے تھے''۔

الغرض اپنے گھر والوں کو کچھ نہیں دیا۔ باوجودیکہ شرف الدولہ نے کئی ہزار روپیہ آپ کو دیا تھا، وہ روز تقسیم ہوتے تھے۔ اس میں سے ڈیڑھ سو بچ گیا تھا، مگر اس کو بھی لینے دینے کے لئے رکھا تھا کہ کوئی مستحق آ جاوے گا تب کام آوے گا۔ پہلے روز جو روپیہ آیا تو آپ نے عبدالرحمٰن صاحب سے پوچھا کہ:

''بخاری شریف تمہارے پاس کتنے جلد ہے''؟ انہوں نے کہا: ''بیس جلد'' فرمایا: ''قیمت کیا ہے؟ کہا ''تیس روپے'' آپ نے فرمایا کہ ''ہم نے لے لیا''۔ پھر پوچھا کہ ''مسلم شریف وغیرہ کس قدر ہیں''؟ غرض جتنی کتابیں فقہ کی تھیں، سب خرید لیں اور پھر تقسیم کرتے تھے۔ آخر بجارہ کو میر صائب علی خان صاحب نے اپنے پاس سے تین روپیہ نکال کر دیئے اور اس کو رخصت کیا''۔ (تذکرہ فضل رحمان ص ۶۹)

لاکھ روپیہ پر خاک ڈالو:

امروہہ کے مولوی محب اللہ خان صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ:

"ہم سے نواب کلب علی خان والی ریاست رامپور بے تکلفی رکھتے تھے اور بہت محبت کرتے تھے، ایک دن نواب صاحب نے ہم سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ہم کو بہت تمنا ہے کہ : "مولانا فضل رحمٰن محدث اس رامپور میں ہمارے یہاں تشریف لاویں تو خوب ہو، کیونکہ سب اہل علم ہر فن کے مجتمع ہیں، مگر وہی ایک صاحب یہاں نہیں ہیں کہ جو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے صحبت یافتہ ہیں"۔

اس پر مولوی صاحب موصوف نے نواب صاحب موصوف سے کہا کہ : "اگر ان کو ہم لاویں تو کیا آپ ان کے لئے نذر کریں گے"؟ نواب صاحب نے کہا کہ: "ایک لاکھ روپیہ مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا"۔ چنانچہ مولوی محب اللہ خان مراد آباد پہنچے اور مولانا سے ملے، سب قسم باتوں کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ: "رامپور تشریف لے چلئے، نواب کلب علی خان آپ کے بہت مشتاق ہیں اور لاکھ روپیہ نذر کریں گے"۔ آپ جس طرح بات کر رہے تھے، اسی طرح کرتے رہے اور اس حکایت کو معمولی بات کی طرح ٹال دیا اور فرمایا کہ: "میاں! لاکھ روپیہ پر خاک ڈالو اور بات سنو" .... ؎

جو ہم دل پہ ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

اور پھر وہی عشق و معرفت کی کہانی کرتے رہے۔ (تذکرہ فضل رحمٰن ص ۷۰)

....

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

محبتِ استاد کو آٹھ سو کی تنخواہ پر ترجیح :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف بڑی محنت اور قابلیت سے پڑھا رہے تھے کہ حیدر آباد سے خط آیا جس میں لکھا تھا "دائرۃ المعارف" میں بیہقی کے اسماء الرجال پر مستقل تالیف کا فیصلہ ہوا ہے مجلس نے دو فاضلوں کا انتخاب کیا ہے، ایک علامہ انور شاہ کشمیری کا اور دوسرا آپ کا تاہم دائرہ کار، رجحان آپ کی طرف زیادہ ہیں آٹھ سو روپیہ تنخواہ، سرکاری موٹر، مکان، ڈیوٹی چار گھنٹے، کتب خانہ آصفیہ وقف، مزید مراعات حسب منشاء۔۔۔۔ مگر حضرت شیخ الحدیث نے شدید مقروض ہونے کے باوجود سہارنپور کی بیس روپے، فقر و درویشی اور صحبتِ استاد کو اس پر ترجیح دی اور جواب میں لکھ دیا .... ؎ مجھے جینا ہی نہیں بندہ احسان ہو کر

(ارباب علم و کمال ص ۹۶)

فراقِ استاد کی وجہ سے ۱۲۰۰ تنخواہ کی پیشکش مسترد کی :

اسی طرح مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ۱۲۰۰ روپے تنخواہ کی پیش کش ہوئی بخاری و ترمذی اور شیخ الحدیثی کا منصب اس پر مستزاد جواب میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے لکھا کہ :

"یہ آپ کا حسن ظن ہے یہ ناکارہ اس کا اہل نہیں"۔

اس کے پس منظر میں اپنے استاد کا فراق اور خدمت کے چھوٹ جانے کا اندیشہ

تھا جس کے لئے وہ ہرگز تیار نہ تھے۔ (ارباب علم وکمال ص ۹۶)

مدرسہ میں آپ کا لحاظ ہے :

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوریؒ کے گھر والے ایک دفعہ سہارنپور میں موجود نہیں تھے اس وقت حضرت اپنے لئے مدرسہ کے مطبخ سے ایک خوراک اپنے نام جاری کروا رکھی تھی۔ ایک طالب علم جو حضرت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے وہ اپنا کھانا بھی مدرسہ سے لاتے تھے، ایک دن انہوں نے کہا کہ :

''آپ کے پیالہ میں شوربہ زیادہ ہوتا ہے اور میرے میں کم اور یہ اس لئے ہے کہ مدرسہ میں آپ کا لحاظ ہے''۔

حضرت نے دونوں پیالوں کو دیکھا تو واقعی حضرت شیخ کے پیالہ میں تار (اوپر کا روغن) زیادہ تھا۔ حضرت شیخ نے اسی دن سے ہمیشہ کے لئے اپنے نام سے کھانا منگوانا بند کردیا، البتہ کئی طلبہ کا کھانا حضرت کے حساب میں جاری رہا کرتا تھا۔

(اکابر کا تقویٰ ص ۹۷)

مدرسہ کے پنکھے چلانے کے متعلق ایک عجیب واقعہ :

مدینہ منورہ میں مدرسہ علوم شرعیہ میں جو قیام کے لئے کمرے وقف ہیں، ان کے ایک کمرہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا قیام رہتا تھا جو مدرسہ والوں کے انتہائی اصرار کی وجہ سے قبول فرمایا ہوا تھا، گذشتہ سال حضرت کے برابر والے کمرہ میں تحفیظ القرآن کا مکتب تھا، جو بعد میں وہاں سے ختم ہوکر مسجد فاطمہ میں منتقل ہوگیا، مدرسہ والوں نے کمرہ حضرت شیخ الحدیث کے تصرف میں دے دیا، وہاں حضرت کے عزیز مولانا عاقل صاحب اور مولانا سلمان صاحب حضرت کی نگرانی میں حدیث پاک کے سلسلہ تراجم

بخاری سے متعلق کام کرتے تھے، کمرے میں ایک پنکھا رکھا تھا جس کو وہ حضرات تقریباً مہینہ بھر استعمال کرتے رہے۔

بعد میں حضرت کے علم میں آیا کہ یہ پنکھا مدرسہ علوم شرعیہ کا نہیں بلکہ تحفیظ القرآن والوں کا ہے جو کہ لاعلمی میں استعمال ہوتا رہا۔ حضرت کو اس کے استعمال کا افسوس ہوا اور اس کا کرایہ ادا کرنے کی غرض سے تحفیظ القرآن کے ناظم سے تحریری طور پر دریافت کیا اور آئندہ کے لئے اپنے عزیزان کو بازار سے نیا پنکھا منگوادیا۔ ناظم صاحب نے کہا کہ

''گذشتہ استعمال کا کوئی کرایہ نہیں، نہ ہمارے ہاں اس کی کوئی مد ہے حضرت اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں''۔

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ :

''چندہ کے نام سے لے لیجئے' کوئی تخمینہ بتادیں''۔

مگر وہ نہیں مانے، دو تحریریں ارسال کیں کہ بحیثیت انچارج لکھتا ہوں کہ آپ پر مدرسہ کی طرف سے کوئی مطالبہ نہیں، سابقہ استعمال کی ہماری طرف سے اجازت ہے۔ ان کی تحریر تو موجود نہیں، مگر مضمون یہی تھا، اسی پر حضرت نے ایک سو (۱۰۰) ریال جو کہ نئے پنکھے کی قیمت ہوتی ہے کرایہ کے بدلہ میں چندہ کے نام سے مندرجہ ذیل پرچہ کے ساتھ روانہ کئے، جسے تحفیظ القرآن والوں نے قبول کیا جس میں تحریر تھا کہ :

''میں تو پہلے پرچہ میں بہت صفائی سے لکھ چکا ہوں کہ چونکہ چندہ کا مال ہے، اس کے معاف کرنے کا حق نہ آپ کو ہے نہ صدر صاحب اور نہ آپ کے معاف کرنے سے معاف ہوسکتا ہے۔ آپ یا صدر صاحب اپنے پاس سے جمع کچھ عطیہ فرمادیں، سر آنکھوں پر اور آپ کو یہ لینے میں اشکال ہو تو میری طرف سے چندہ میں داخل کرلیں گے''۔ (اکابر کا تقویٰ ص ۸۸)

پلیٹ فارم سے ٹکٹ قرض لیا :

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا صاحبؒ نے فرمایا کہ :

''ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ رنگون سے تشریف لارہے تھے، یہ ناکارہ (حضرت شیخ) ایک دوروز سے پٹھان پورہ گیا ہوا تھا، یہ محلہ اسٹیشن سے کچھ دور تھا، مجھے یاد آیا کہ حضرت کی تشریف آوری ہورہی ہے اور کبھی اسٹیشن پر حاضری کی توفیق نہیں ہوئی۔ گاڑی کا وقت قریب تھا اور پیسہ جیب میں ڈالنے کی عادت والد صاحب نے کبھی ڈالی ہی نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کہ اسٹیشن پر بہت سے خدام ملیں گے، کسی سے کہہ دونگا کہ میرا ٹکٹ بھی پلیٹ فارم سے لے لو، مگر اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی کا وقت بالکل قریب پہنچا اور وہاں سے بابو سے کہا کہ پیسے اس وقت میرے پاس نہیں اگر پلیٹ فارم بطور قرض دے سکتے ہو تو دے دو، اس نے کھٹ کر فوراً ایک پلیٹ فارم دے دیا، میں اندر جا پہنچا، تو سب سے پہلے مولانا منظور احمد خان صاحبؒ مدرس مظاہر العلوم سہارنپور سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کہ : ''چار پیسے جیب میں ہیں''۔ انہوں نے کہا بہت ہیں، میں نے کہا کہ: ''آپ کو تکلیف تو ہوگی آپ بابو کو چار پیسے دے آویں اور ان کا شکریہ بھی ادا کریں، میں پلیٹ فارم قرض لے کر آیا ہوں''۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ: ''آپ کیوں میرا مذاق اُڑاتے ہیں کہیں پلیٹ فارم بھی قرض پر مل سکتا ہے''۔ میں نے کہا: ''ملتا تو نہیں کرتا لیکن

جس کا سارا کاروبار قرض پر چلتا ہوا سے مل جاتا ہے''۔ انہوں نے جانے سے انکار کردیا تو میں نے کہا'' لاؤ چار پیسے مجھے دو گاڑی آنے والی ہے''۔ کہنے لگے ہاں پیسے دوں گا اور جب میں ٹکٹ گھر کی طرف چلا تو وہ میرے پیچھے بہت تیزی سے ٹکٹ گھر کی طرف چلے اور جا کر اس سے پوچھا کہ: ''کوئی شخص تم سے قرض پلیٹ فارم لے گیا ہے''، اس نے کہا ہاں لے گیا ہے، مولوی صاحب نے پوچھا کہ: ''کیا قرض پلیٹ فارم بھی مل سکتا ہے''؟ اس نے کہا: ''ملتا تو نہیں مگر اس کی صورت کہہ رہی تھی کہ وہ دھوکہ نہیں کررہا ہے''۔ (بابو سکھ تھا)۔ (اکابر کا تقویٰ ص ۱۰۲)

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ دولت سے کس قدر بے نیاز تھے :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کا جب انتقال ہوا تو انہوں نے آٹھ ہزار روپیہ قرض چھوڑا اور ملکیت میں صرف چار ہزار روپیہ کا کتب خانہ چھوڑا لائق فرزند (یعنی شیخ الحدیث صاحبؒ) نے اپنے ایک رفیق مولانا نصیر الدین صاحب کو کتب خانہ کا مالک بنا کر بٹھا دیا کہ سیاہ کریں یا سفید اور خود یکسو ہو کر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں لگ گئے اور قرض سے گذر اوقات کرتے رہے۔ لوگوں نے شکایات کیں کہ مولانا نصیر الدین صاحب کتب خانہ کے معاملہ میں صاف نہیں معلوم ہوتے۔ ایک دفعہ مولانا شاہ محمد الیاسؒ نے بھی توجہ دلائی تو فرمایا :

''چچا جان ! میں کتب خانہ کے معاملہ میں مولوی نصیر الدین صاحب کے متعلق کیوں بدظن ہو جاؤں؟ جبکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابا جانؒ کا قرضہ آٹھ ہزار روپیہ (۸۰۰۰) اسی کتب خانہ سے ادا ہوا اور دو (۲) حج

انہوں نے اسی کتب خانہ کی آمدنی سے کرائے اور میرا خرچہ بھی اُٹھاتے ہیں، حالانکہ شروع میں اس کی مالیت چار ہزار تھی تو میرا کیا نقصان ہوا''؟

ف:- اس واقعہ سے چند چیزیں ظاہر ہوئیں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو روپیہ پیسہ اور دولت کی طرف سے کس قدر بے نیازی تھی اور یہ کہ دوسرے کے طریقۂ کار کی حسین ترین تاویل کررہے تھے، ورنہ ایسے موقعہ پر چاروں طرف سے ایک ہی بات کان میں ڈالی جارہی ہو، وہ خواہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو، اس پر یقین کرلینا اور پھر اس کے مطابق عمل درآمد کرلینا بعید از قیاس نہیں ہے۔ (ولی کامل ص ۲۱۹)

شیخ الحدیث مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

دو سیر چاول کا ولیمہ :

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی شادی کا واقعہ بھی بہت عجیب ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب آپ کے نکاح کا وقت قریب ہو گیا حضرت مولانا لطف اللہ پشاوریؒ فرماتے ہیں کہ :

''وہ عجیب وغریب رات مجھے نہیں بھولتی جب مولانا کی بیٹھک میں مولانا کا نکاح پڑھایا مولانا خود دولھا تھے اور خود دوسری طرف سے وکیل تھے خود ہی نکاح خواں بھی تھے۔ میں اور مولانا عبدالحق نافع گواہ تھے۔ شادی کے لئے اور اہتمام تو کیا ہوتا کوئی جوڑا بھی نہیں بنایا گیا نہ دولھا

کے لئے ، نہ دلہن کے لئے ، بس بدن کے پہنے ہوئے کپڑے ہی جامۂ عروس تھا۔ گھر میں دو سیر چاول تھے وہ پکائے گئے یہ مولانا کا ولیمہ تھا گھر میں ایک چارپائی سالم تھی اور ایک ٹوٹی ہوئی سوائے ہم دونوں کے کسی کو پتہ نہ چلا''۔ (خصوصی نمبر ص ۷۷ بحوالہ جمال یوسف ص ۵۳)

میرا اللہ مجھے دیگا :

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی خدمت میں ایک سرمایہ دار حاضر خدمت ہوا۔ باتوں ہی باتوں میں اپنی امارت وفارغ البالی کا اظہار کیا اور سرمایہ دارانہ مزاج کے مطابق اپنے مال وزر کی کثرت اور کاروبار کی وسعت کا تذکرہ کیا اور پھر کہنے لگا کہ :

''اس مدرسہ کو جتنا سرمایہ درکار ہو میں دینے کے لئے تیار ہوں''۔

اظہار ایثار خوب تھا مگر اس میں تکبر کی جو بو تھی حضرت کے مزاج لطیف پر گراں گزری۔ آپ نے اسے ایسا جواب دیا کہ وہ اپنا سامنہ لیکر رہ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ ان ''وارثانِ رسولؐ'' کے سامنے ہمارے سیم وزر کی کوئی حیثیت نہیں اور ہماری مال ودولت ان کی نظر میں ریگِ صحرا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت شیخ بنوریؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا :

''مجھے تمہارے پیسے کی ضرورت نہیں میرا اللہ مجھے دے گا''۔

(خصوصی نمبر ص ۵۴۲ بحوالہ جمال یوسف ص ۱۱۰)

مدرسین کی خاطر دوزخ کا ایندھن بننا نہیں چاہتا :

حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ کے تقویٰ اور خدا ترسی کا یہ حال تھا کہ

زکوٰۃ فنڈ صرف طلبہ کے لئے رکھتے تھے۔اس کو بھی کسی حالت میں مدرسین کی تنخواہ، یا مدرسہ کی تعمیرات یا کتابوں کی خرید پر صرف نہیں کرتے تھے، دوسرے سال مدرسہ کی حالت زکوٰۃ فنڈ میں قابل اطمینان ہوگئی ایک دفعہ زکوٰۃ فنڈ میں (۲۵۰۰۰) روپیہ جمع تھا مگر غیر زکوٰۃ کی آمد خالی تھی جب تنخواہ دینے کا وقت آیا تو خزانچی صاحب حاجی یعقوب مرحوم نے عرض کیا کہ مدرسین کی تنخواہ کے لئے کچھ نہیں اگر آپ اجازت دیں تو زکوٰۃ فنڈ میں سے قرض لیکر مدرسین کی تنخواہ ادا کردی جائے بعد میں زکوٰۃ فنڈ میں یہ رقم لوٹا دی جائے گی۔شیخ بنوریؒ نے فرمایا : ہرگز نہیں ! میں مدرسین کی آسائش کی خاطر دوزخ کا ایندھن بننا نہیں چاہتا مدرسین کو صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے کہ ان کے فنڈ میں اللہ کچھ بھیج دے گا جو مدرس صبر نہیں کرسکتا اس کو اختیار ہے کہ مدرسہ چھوڑ کر چلا جائے۔ (ماہنامہ بینات کا علامہ بنوری نمبر ص ۳۴)

میری بات سنتے ہی نہیں :

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب حضرت بنوریؒ کے استغناء اور خودداری کا دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''حضرت شیخ بنوریؒ نے جب ٹنڈو الہ یار کے مدرسے سے تعلق ختم کرلیا اور ابھی تک نئے مدرسے کے بارے میں فکر مند تھے کہ کراچی کے ایک صاحب ثروت اور مخیّر انسان جناب سیٹھ محمد یوسف مرحوم نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ مدرسہ بنایئے اور حضرت مولانا عبد الرحمان کاملپوری کو بھی بلالیجئے ، میں آپ دونوں حضرات کی پانچ سال کے لئے مشاہرہ کی رقم پچاس ہزار روپیہ بینک میں جمع کروادیتا ہوں۔حضرتؒ نے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ میں چند وجوہ کی بناء پر مدرسہ شروع کرنے سے

قبل کوئی امداد قبول کرنے سے معذور ہوں' ہاں مدرسہ بن جائے تو جو امداد فرمائیں گے شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی۔مرحوم جانتے تھے کہ حضرتؒ مدرسہ بنانے کی فکر میں ہیں۔دوسری طرف بے سروسامانی کا دور دورہ ہے۔قرض سے گھر کا گزارہ چلا رہے ہیں۔اس لئے انہوں نے حضرتؒ سے بے حد اصرار کیا مگر ان کے اصرار پر حضرت کے انکار میں بھی ترقی ہوتی گئی۔بالآخر جناب یوسف مرحوم نے اپنے ساتھی سے پنجابی میں کہا ''سن دا نہیں'' یعنی حضرت میری بات سنتے ہی نہیں۔

(خصوصی نمبر)

حضرت بنوریؒ کا رقم کو ٹھکرانا :

ایک شخص جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے بانی مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے پاس بہت بڑی رقم لے کر آیا اور بولا :

''حضرت! میں یہ رقم آپ کے مدرسے کے لئے لایا ہوں''۔

مولانا نے جواب میں کہا :

''ہمارے مدرسے کا ایک سال کا خرچ پورا ہو چکا ہے، اس لئے آپ یہ رقم لے جائیں اور کسی ایسے مدرسے میں دے دیں جو ہم سے زیادہ اس رقم کا حقدار ہے''۔

''حضرت ! میں یہ آپ کے مدرسے کے لئے لایا ہوں''۔

انہوں نے پھر وہی جواب دیا، وہ پھر اصرار کرتا رہا لیکن مولانا صاحب نہ مانے ، آخر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے بولا :

”حضرت ! آپ کو اتنی زیادہ رقم دینے والا کوئی نہیں ملے گا“۔

اس پر انہوں نے جواب دیا :

”اور تمہیں بھی اتنی بڑی رقم ٹھکرانے والا کوئی نہیں ملے گا“۔

(اکابر کے ایمان افروز واقعات ص ۲۱۶)

مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

اللہ نے آپ کا رزق بھیج دیا :

حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ ، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ اور مولانا داؤدؒ ٹیکسلا والے بیان کرتے ہیں کہ :

”ہم تینوں مجاہدِ ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی ملاقات کے لئے بفہ گئے ، دوپہر کا کھانا مانسہرہ میں کھالیا تھا۔ بفہ پہنچے ، ہم نے راستے میں طے کرلیا تھا کہ رات مولانا کے پاس بفہ میں رہیں گے۔ مانسہرہ سے ایک تاجرِ چرم نے چاندی کے دو سو روپے دیئے کہ بفہ کے گوہر رحمان نامی تاجرِ چرم کو آپ مولانا کے ذریعہ یہ رقم پہنچادینا۔ ہم نے رقم مولانا کو دی تو مولانا نے وہ رقم اپنی میز پر ڈھیر لگادی ، اب ہاتھوں سے ان روپوں کو اُٹھانا اور چھنا چھن گرانا شروع کردیا اور فرمانے لگے کہ بازار سے لوگ سامنے سے گزر رہے ہیں جو مہربان گذریں گے خوش ہوں گے کہ آج تو مولانا غلام غوث کے پاس بہت دولت آگئی ہے اور جو دشمن ہوں گے وہ

جلیں گے کہ اتنی دولت غلام غوث کے پاس کیوں آگئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی بھیج کر گوہر رحمان کو بلا کر وہ رقم ان کے حوالے کردی۔

اس اثنا میں مولانا داؤد صاحب نے مجھے اشارہ کیا کہ رات رہنے کی پکی بات کرو، میں نے انداز کلام یہ اختیار کیا کہ مولانا ملاقات تو ہوگئی ، اب اجازت دیں تو ہم چلے جائیں، ہمارا مطلب یہ تھا کہ ہم اسی طرح کہیں گے تو مولانا کہیں گے کہ نہیں رات ٹھہر جاؤ تو ہم رہ جائیں گے لیکن مولانا نے تھوڑی دیر کچھ سوچا ، پھر کہا کہ ”نہیں تھوڑی دیر ٹھہریں ، ظہر کی چائے پی کر جائیں“۔ ہم تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا کہ فائر تو خطا ہوگیا۔ رات ٹھہرنے والی بات تو نہ بنی ، مگر ہم مولانا کو خود نہ کہہ سکتے تھے کہ مان نہ مان ہم تیرے مہمان۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے اور مولانا بھی کچھ افسردہ تھے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر دکان پر آئے ، چائے منگوائی تو اس اثناء میں ایک مریض آگیا۔ چاندی کے سفید دو روپے کی دوائی لی اور چلا گیا ۔ دو روپے ہاتھ میں آنے کے بعد مولانا کا چہرہ مسرت سے کھل گیا اور فرمانے لگے ”۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا رزق بھیج دیا۔ اب تو خوب دعوت اُڑائیں گے۔ پہلے تو یہ بات تھی کہ آج گھر کچھ نہ تھا ، میں نے اِدھر اُدھر سے اُدھار لینے کا تانا بانا سوچا ، مگر پھر خیال آیا کہ یہ تکما تکلف ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اب خود بخود دو روپے بھیج دیئے ہیں تو اب میں آپ کو جانے کب دیتا ہوں“۔ چنانچہ ہم بڑی مسرت سے وہ رات رہے چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا مگر مولانا کی اس عظیم بے نفسی اور ظاہر و باطن ایک ہوجانے کا اب بھی تصور آجاتا ہے تو مولانا کی عظمت

اور بے نفسی کے سامنے سر جھک جاتا ہے"۔ (سوانح مجاہد ملت ص ۳۸،۳۹)

چائے کا نہ پوچھا :

جناب محمد ادریس صاحب (بھکر) فرماتے ہیں کہ :

" ایک مرتبہ میں اور میرا دوست ملک محمد شفیق جو بی-کام (B.COM) کے اسٹوڈنٹ تھے اور جمعیت طلباءِ اسلام کے صدر، راولپنڈی میں حضرت مجاہدِ ملت کے ہاں گئے آپ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آئے بعد میں بہت سی باتیں ہوئیں، لیکن آپ نے ہمیں چائے کا نہ پوچھا میں یہ بات دل میں لئے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اس نے آپ سے دوا مانگی آپ نے اس کو دوا دی، جس کی قیمت آپ نے دس روپے لی۔ آپ نے فوراً مسجد کے خادم کو بلایا اور چائے کے لئے کہا کہ یہ ہمارے بہت عزیز ہیں ان کے لئے چائے لاؤ، پھر فرمانے لگے پہلے میرے پاس پیسے نہ تھے اس لئے میں نے چائے کا نہ پوچھا اب میرے پاس پیسے آگئے اس لئے چائے پلا رہا ہوں"۔

(سوانح مجاہد ملت ص ۴۰)

حضرت غلام غوث ہزارویؒ کی درویشی :

صاحبزادہ طارق محمود تحریر فرماتے ہیں کہ موسم گرما کی ایک دوپہر تھی، سفید پگڑی سفید لباس میں ملبوس ایک بزرگ ہمارے گھر تشریف لائے، دعا و سلام کے بعد والد صاحب کے بارے میں پوچھا۔ میں نے عرض کیا! ابا جان تو گھر میں موجود نہیں ہے مسجد سے ملحقہ مہمان خانہ میں انہیں بٹھایا، حال پوچھنے کے بعد گھر پانی لانے چلا گیا میں گھر آیا تو

والدہ نے بینگو سکواش بنا کر مجھے دیا۔ مجھ سے پوچھنے لگے :

"والد صاحب کب تشریف لائیں گے"؟ میں نے عرض کیا کہ ظہر تک آجائیں گے۔ انہوں نے بے تکلفی میں چارپائی سے بستر لپیٹ کر ایک طرف رکھتے ہوئے فرمایا : "اس کی ضرورت نہیں ہے"۔

میں نے عرض کیا کہ آپ آرام فرمائیں کوئی اور خدمت بتائیں۔ فرمایا :

"بیٹے کپڑے دھونے کے صابن کا ایک ٹکڑا لا دو"۔ میں نے تعمیل حکم کیا۔ فرمایا تم جا سکتے ہو والد صاحب آئیں تو ملوا دینا۔ تھوڑی دیر بعد کھیلتا کھیلتا مسجد کے وضو خانہ کی طرف آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بزرگ اپنا کُرتا دھونے میں مشغول تھے پھر اس نے دھوپ میں صف بچھائی اور کرتا اس پر ڈال دیا، پھر سر کی پگڑی اتاری اور اسے دھونا شروع کیا اور اسے بھی سکھانے کے لئے صف بچھا دیا، خود پنکھے کے نیچے آکر بیٹھ گئے ظہر کے قریب معمول کے مطابق والد صاحب گھر تشریف لائیں میں نے انہی بزرگ کی آمد کے بارے میں بتایا والد صاحب فوراً مہمان خانہ کی طرف لپکے کچھ دیر بعد تشریف لائے فرمایا کہ جلدی سے کھانا تیار کرو حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ تشریف لائے ہیں نام تو میں نے پہلے سن رکھا تھا اسمبلی میں گرجنے برسنے والے مولانا غلام غوث ہزارویؒ نام کی دھوم تھی۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی سادگی، فقر، شخصی عظمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میرے دل پر نقش ہوگئی۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ پھر جب بھی ہمارے ہاں تشریف لاتے، میں اصرار کرتا کہ حضرت اب

صابن آپ کو نہیں ملے گا، اپنے کپڑے دیں گھر والے دھونے میں سعادت سمجھیں گے۔ ہنس کر فرمایا کرتے:

بابا میں اپنے کپڑے خود دھوتا ہوں کسی کو تکلیف نہیں دیتا"۔ ......

ہم فقیروں سے دوستی کرلو
گر سکھا دیں گے بادشاہی کے

(واقعات وکرامات علماء دیوبند ص ۴۵۱)

میں ساری زندگی تمہیں راحت وآرام نہ دے سکا:

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ساری زندگی فقر وفاقہ، درویشی اور سادگی میں گزاری۔ حکومتی ایوانوں کو لرزہ براندام کرنے والے حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ عجز وانکساری اور سادگی میں صحابہؓ کا نمونہ تھے۔ عام بس پر اکیلے سفر کرتے یار لوگوں نے ان کے بارے میں بڑی بے پر کی باتیں اڑائیں۔ جب وفات کا وقت آگیا تو اہلیہ سے کہا کہ مجھے معاف کردینا۔ میں ساری زندگی تمہیں راحت وآرام نہیں دے سکا، اس کا اجر تمہیں اللہ تعالیٰ دیں گے۔ (واقعات وکرامات علماء دیوبند ص ۴۵۲)

....

امیرِ شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

دولت انسان کی خدمت کے لئے ہے مخدوم بننے کے لئے نہیں:

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحبؒ زہد واستغناء کی دولت سے بھی

مالا مال تھے، دولت سے بے رغبتی آپ کی طبیعتِ ثانیہ تھی۔ آپ کے ایک نہایت مخلص خادم کا بیان ہے کہ میں نے شاہ صاحب سے بارہا سنا تھا کہ منتظمین جلسوں کے موقع پر جو مصارف پیش کرتے تو آپ انہیں کبھی نہ گنتے تھے۔ کہیں سفر خرچ نہ بھی ملا تو شاہ صاحب کو اس کی کوئی پرواہ نہ ہوتی تھی۔ اس مخلص خادم کا بیان ہے کہ میں نے آپ کے اس بیان کی تحقیق کے لئے ایک دفعہ جب کہ شاہ صاحب وضو کر رہے تھے قمیص سے چالیس روپیہ نکال لیے، بعد میں منتظر رہا کہ شاہ صاحب کہیں چوری کی شکایت نہ کریں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کو اس گمشدگی کا پتہ نہیں، چند ماہ گزرنے کے بعد میں نے وہ رقم پھر آپ کی جیب میں ڈال دی تو بھی آپ کو اس اضافے کا پتہ نہ چل سکا۔ میں نے جب پوری بات بتائی تو آپ نے بڑے تعجب سے فرمایا:

"بھائی پچیس سال سے جماعت کے ساتھی ہو، ابھی تک تمہیں میرے ایمان کا پتہ نہیں چلا۔ دولت انسان کی خدمت کے لئے ہے مخدوم بننے کے لئے نہیں، مال جمع کرنے اور گننے میں لذت محسوس کرنا اہل جہنم کی نشانی ہے۔ جمع مالا وعددہ۔ اچھے لوگوں کے حق میں نہیں"۔

(واقعات وکرامات علماء دیوبند ص ۳۰۸)

بے چارہ افسردہ واپس ہوا:

مولانا امین گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مکان پر چند احباب ساتھ بیٹھے تھے، ایک عقیدت مند آیا کچھ دیر بیٹھا، جاتے وقت مصافحہ کرتے ہوئے کچھ رقم تھمادی۔ شاہ جیؒ نے فوراً مٹھی کھول دی فرمایا:

"بھئی یہ اپنی ضرورت پر خرچ کرلینا"۔ اس نے بہت اصرار کیا، مگر شاہ

جیؒ نہ مانے، وہ بے چارہ افسردہ سا واپس ہوا، عرض کیا شاہ جیؒ آپ نذرانہ قبول فرما لیتے، فرمایا: ''میرے کون سے کارخانے چلتے ہیں، مگر میں دینے والے کی حیثیت دیکھ لیتا ہوں، ان لوگوں میں رسم ہے کہ پیر کے پاس خالی نہ جائیں، چاہے گھر کا برتن بیچ دیں، پیر کو نذرانہ ضرور دیتے ہیں۔ دینے والا محبت سے دے تو قبول کر لیتا ہوں''۔

(بخاری کی باتیں)

اللہ نے تنگ دستی کی لاج رکھ لی:

رفیق احمد صاحب (میاں چنوں) بتاتے ہیں کہ:

''ہم تین ساتھی شاہ جیؒ کی خدمت میں ملتان گئے، دوپہر کا وقت تھا پہنچے تو شاہ جیؒ اور قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ کھانا کھا رہے تھے علیک سلیک کے بعد شاہ جیؒ نے پوچھا ''کھانا کھاؤ گے''، میں نے عرض کیا: ''ضرور کھائیں گے''۔ شاہ جیؒ خود اندر تشریف لے گئے، چند منٹ گزرے تھے کہ ایک آدمی دس بارہ روٹیاں اور بھنا ہوا مرغا لے کر آ گیا۔ قاضی صاحب نے فوراً آواز دی، اباجی (قاضی صاحب شاہ جی کو اباجی ہی کہا کرتے) آجایئے کھانے کا بندوبست نہ کیجئے۔ شاہ جیؒ باہر تشریف لے آئے اور سامانِ خوردنی سامنے دیکھ کر کھڑے کھڑے نہایت عاجزی سے کہنے لگے، ''اے داتا تو ہمیشہ اس نافرمان کی لاج رکھ لیتا ہے، مجھ جیسے گناہگار پر تیرے یہ کرم اے اللہ میں تو فقط گندگی کا ڈھیر ہوں، جس پر تیرے یہ احسان ہیں''۔ عجیب کیفیت میں دیر تک

کھڑے اپنی عاجزی اور اللہ کے شکر کا اظہار کرتے رہے۔

ہم کھانے میں مشغول ہو گئے تو فرمایا: ''اب سناؤں اصل بات میں جب کھانا لینے کے لئے اندر گیا تو اندر سے صاف جواب ملا کہ اب کچھ ہے نہیں کہ مہمانوں کو کھلائیں، پریشان ہو کر جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ دیکھ دکان سے بھی آ سکتا ہے کہ نہیں، اتنے میں قاضی تو نے آواز دے دی، جب دیکھا تو پروردگار نے خود بندوست کر دیا تھا۔ یہ اس کی گدانوازیاں ہیں''۔ (ایضاً)

منت مانی تھی کہ ایک بوری شاہ جیؒ کی نذر کروں گا:

ایک دفعہ شاہ جیؒ نے فرمایا کہ:

''ایک دفعہ امرتسر میں پیچش سے دربستر تھا، محض کھچڑی اور دہی کسی وقت کھا لیتا، ایک روز شام کے قریب گھر سے اطلاع ملی کی آٹا ختم ہے، میں نے کہا صبر کرو، حسبِ معمول شام کو ایک عورت جو عقیدت اور محبت کے باعث آ کر گھر کا کام کاج کر جاتی تھی، وہ آئی اور سیدھا جا کر آٹے کے مٹکے کا ڈھکن اُٹھایا کہ بی بی کو آٹا گوندکر دے تو مٹکا خالی تھا، پوچھا بی بی جی آٹا تو ہے نہیں، بی بی نے کہہ دیا، ہاں! اس وقت آٹا گوندھنے کی ضرورت نہیں، وہ عورت سمجھ دار تھی، سمجھ گئی اور ضرورت کے مطابق گھر سے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکا کر لے آئی۔ بہرحال رات گذر گئی صبح نماز سے فارغ ہو کر چارپائی پر ہی پڑا ہوا تھا کہ منہ اندھیرے ہی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ میری آواز کا جواب ہی نہیں دیتا، جب دروازہ کھولا، تو ایک نوجوان کھڑے پر ایک پوری بوری آٹے کی رکھے کھڑا ہے، السلام علیکم وعلیکم السلام کے بعد میں اسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور پوچھا تو

فرشتہ ہے یا انسان ، وہ ہنس پڑا اور کہا شاہ جیؒ ! ہوں تو میں انسان ہی ، میں نے کہا یہ اندھیرے میں کیا سوجھی کہ آٹے کی بوری اُٹھالائے ، تمہیں کس نے کہا تھا۔ اس نے کہا شاہ جی ! میں آپ کا ادنیٰ عقیدت مند ہوں ، میں نے فلاں بازار میں نئی آٹا پیسنے کی چکی لگائی ہے ، میں نے منت مانی ہوئی تھی کہ سب سے پہلے ایک بوری گندم شاہ جی کی نذر کروں گا۔ رات چکی نصب کی تھی ، جب کام مکمل ہوگیا تو اسی وقت آپ کے لئے آٹا پیس کر رکھ لیا تھا اور اب لے آیا ہوں ، پھر فرمایا وہ (اللہ) ہمیشہ اس نافرمان اور ناکارہ کی آبرو رکھ لیتا ہے۔ یہ محض اس کا فضل وکرم ہے ، ورنہ میں اس لائق کہاں ہوں۔ (بخاری کی باتیں)

شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

پچاس کی بجائے چالیس روپے ماہوار کردو :

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور تقسیم سے قبل دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر تھے۔ اس زمانے میں پچاس روپے ماہانہ تنخواہ تھی جس سے فقر واستغناء کے ساتھ گذر بسر کرتے ، ایک دن اہلیہ محترمہ نے کہا حضرت میں نے سال بھر میں دوسو (۲۰۰) کے لگ بھگ روپیہ جمع کیا ہے۔ آپ کے ہاں بڑے بڑے لوگ آتے اور فرش کی چٹائی پر بیٹھتے ہیں اور روپوں سے کرسیاں وغیرہ خرید لیں تاکہ سیٹھوں اور تاجروں کی حیثیت کے مطابق نشست کا انتظام ہو سکے۔ اہلیہ محترمہ نے عرض کیا: ''میں چالیس روپے ماہوار میں بخوبی گذارا کرلیتی ہوں'' حضرت نے فرمایا: ''ہمیں دنیا والوں

سے کیا تعلق''؟ ہم نے ان سے کیا لینا اور یہ ہمیں کیا دے سکتے ہیں؟ جس کو آنا ہے شوق سے آئے لیکن نشست چٹائی پر ہوگی اور فرشی ہوگی''۔ دارالعلوم کے خزانچی کو بلوایا ، بیوی سے دوسو (۲۰۰) روپے لئے اور اس کے حوالے کردیئے ، فرمایا ''میاں ! تنخواہ ہماری ضرورت سے زیادہ ہے ، یہ رقم واپس لو اور آئندہ پچاس کی بجائے چالیس روپے ماہوار کردو''۔

(ہفت روزہ چٹان جلد ۲۷ شمارہ ۲۹ ص ۳۱ بحوالہ حکایات الاسلاف ص ۲۵۷)

سوکھی روٹی کی دعوت :

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کی خاطر لاہور تشریف لائے اور حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی نگاہ انتخاب نے ان کو چن لیا۔

حضرت مولانا کاندھلویؒ سے فرمایا :

''سوکھی روٹی کی دعوت دیتا ہوں''

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے بلا تامل جواب دیا کہ :

''حضرت ! خدمتِ دین کی خاطر مجھے منظور ہے''۔

میرا دھندا درویشی ہے :

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے ملنے کے لئے ایک مرتبہ مولانا کوثر نیازی صاحب آئے۔ نیازی صاحب نے ازراہِ تفنن عرض کیا :

''مولانا میں تو سمجھا تھا کہ گذشتہ سالوں میں لوگوں نے بہت ترقی کی ہے ، بیشتر علماء بھی ایڈوانس ہوگئے ہیں ، آپ کے یہاں بھی کرسیاں وغیرہ آگئی ہوں گی''۔

حضرت مولانا کاندھلویؒ نے فرمایا :

"نہیں بھئی مولوی صاحب ! میرا تو وہی درویشی دھندا ہے، میں کوئی کرسی ورسی اپنے گھر نہیں آنے دیتا"۔

(تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ص ۴۷)

قائدِ ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ

میرے پاس گندگی کے ٹوکرے لے آئے ہو :

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے بارے میں ان کے شاگرد یہ واقعہ سناتے ہیں کہ جب بھٹو صاحب وزیر اعظم تھے اور حضرت مفتی صاحبؒ قائدِ حزب اختلاف۔ دونوں میں آئینی جنگ جاری تھی ان دنوں وزیر اعظم بھٹو نے اپنے ایک مرکزی وزیر فیض اللہ خان کو کمشنر ڈیرہ اسماعیل خان جناب جہانزیب خان کے ہمراہ حضرت مفتی صاحبؒ کے گاؤں بھیجا۔ دونوں نے پہنچ کر مفتی صاحبؒ سے ملاقات کی اور ساتھ ہی مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی مدد کے نام پر کروڑوں روپے کی آفر کی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے یہ آفر ٹھکرا دی وزیر موصوف فیض اللہ خان کنڈی نے جب دیکھا کہ دال گلتی نظر نہیں آتی تو اپنی پیشکش ایک کروڑ سے دو کروڑ کر دی آخر میں ایک سادہ چیک یہ کہہ کر پیش کیا کہ مجھے وزیر اعظم صاحب کا حکم ہے کہ آپ خود اس میں جتنی رقم درج کرنا چاہے تو درج کریں ہم ادائیگی کردیں گے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے تیور بدل گئے اور کہا فیض اللہ خان ! تم میرے

مہمان ہو، میرے پڑوسی ہو تم مجھے خوب پہچانتے ہو، یہ کمشنر شاید مجھے نہ جانتے ہوں تمہارے لئے بہت افسوس کی بات ہے کہ میرے پاس گندگی کے ٹوکریں اٹھا کر لے آئے ہو کبھی چھوٹی ٹوکری آگے کرتے ہو اور کبھی بڑی۔ فیض اللہ خان گندگی تو گندگی ہوتی ہے، چھوٹی ہو یا بڑی اسے اٹھالو اور وزیر اعظم سے کہہ دو کہ ہم لوگ اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے سامنے دنیا جیسی حقیر و ذلیل چیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے سو روپے کی پیشکش ٹھکرا دی :

حضرت مفتی محمود صاحبؒ جب مراد آباد سے فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس تشریف لائے تو کم از کم دو سال فارغ رہے، ان کی فراغت کے زمانے میں گھر کے مالی حالات بہت پریشان کن تھے، ان کے بڑے بھائی بیمار تھے اور اہلِ خانہ پر اکثر فاقے گزرتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ اس حالت سے سخت دل گرفتہ اور پریشان تھے۔ وہ اپنے گھر والوں پر گزرنے والے فاقے نہیں دیکھ سکتے تھے اور تدریس کے لئے کوئی موزوں جگہ کے متلاشی تھے۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ان کے پاس مرزائیوں کے قادیان سے آدمی پہنچے اور ڈیرہ اسماعیل خان کے چند بڑے لوگوں سے بھی سفارش کروائی کہ ہم ایک بہت بڑا دینی مدرسہ بنا چکے ہیں۔ اس میں ایک معقول استاد کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مفتی صاحبؒ کو سو روپے ماہانہ تنخواہ دینے کی پیشکش کی جو اس وقت کے حساب سے زیادہ تنخواہ تھی، مگر حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی غربت کے باوجود اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ :

"اس پیشکش کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں مسلمانوں کے مقابلے میں مرزائیوں کو معقولی بناؤں۔ چند مخلص دوستوں اور ہمدرد

لوگوں نے سمجھایا کہ ملازمت تو غیر مسلموں کی بھی درست ہے، آپ نے پیسے لینے ہیں اور تعلیم دینی ہے، کسی مسلمان کو تو مرزائی نہیں بنانا، پھر آپ کی مجبوری بھی ہے کہ آپ اس ملازمت کو قبول کرلیں مگر حضرت مفتی صاحبؒ انکار پر جمے رہے۔ آخر کار وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے''۔

(سوانح مفتی محمودؒ)

شیخ القرآن حضرت مولانا سعید الرحمٰن عرف خطیب صاحب اوگی

حضرت لاہوریؒ نے میرے لئے کمبل خریدا :

شیخ القرآن حضرت مولانا سعید الرحمٰن عرف خطیب صاحب مدظلہ اکابر علماء میں سے ہیں۔ حضرت لاہوریؒ سے مجاز بیعت اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اور شیخ التفسیر مولانا محمد طاہرؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، جامعہ اشرفیہ لاہور سے فارغ التحصیل ہیں۔

اپنے دورانِ طالبعلمی کا ایک دلسوز واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ حصول تعلیم کے دوران چونکہ گھریلو مالی حالات انتہائی غربت کے تھے۔ اس لئے گھر سے خرچ وغیرہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، بسا اوقات پاؤں میں چپل بھی نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی آرام کے لئے کوئی بستر تھا اور نہ کوئی چادر اور نہ کوئی جوڑا ولی کامل حضرت لاہوریؒ کا دیدار میرا جوڑا تھا، جب حضرت لاہوریؒ کو میری غربت کے بارے میں معلوم ہوا تو خود جا کر ''لنڈا بازار'' سے میرے لئے ایک کمبل خریدا جسے دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ بندہ اس کمبل کو گرمیوں میں نیچے بچھاتا اور سردیوں میں اوپر اوڑھ لیتا تھا جبکہ سرہانہ چار اینٹوں کا بنایا تھا۔

اپنے حال کو کسی پر آشکارا نہ کیا :

خطیب صاحب اپنا ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں دفتر والوں نے وظیفہ بند کر دیا اور میری جیب میں صرف دو روپیہ تھے، جس کے میں نے چنے خریدے اور اسی کو کھا کر گزارہ کرتا رہا، مگر اس کا حال نہ اپنے بھائی اور نہ ہی دوستوں پر آشکارا کیا لیکن الحمد للہ سالانہ امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔

پگڑی اور جوتا پڑوسی سے عاریۃً لیئے :

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب عرف خطیب صاحب مدظلہ اپنی شادی کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ :

'' شادی کے دن کے لئے والد محترم نے میرے لئے پگڑی اور جوتا پڑوسی سے عاریۃً لیے، جس نے شادی کے دوسرے دن مجھ سے واپس لے لئے اور میں حسب دستور ننگے پاؤں رہ گیا''۔

معروف اسکالر و مصنف کتب کثیرہ حضرت

مولانا عبد القیوم حقانی مدظلہ

مُرغِ بسمل کی طرح تڑپنے والے ایتام :

اُستاذ محترم حضرت مولانا عبد القیوم حقانی دامت برکاتہم اپنی کتاب ''اماں جی

مرحومہ ومغفورہ'' میں اپنے حالات بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ :

''ایک مرتبہ بارشوں نے طول پکڑا، گلی کوچے بجنے لگے، کچے گھر اور کمزور چھتیں، ہمارا کون تھا جو ہمیں پوچھتا، میں خود کلاچی ''نجم المدارس'' میں زیرِ تعلیم تھا اور مسافر تھا، آس پاس میں کوئی ایسا فرد بھی نہ تھا جو اس غریب ونادار اور مفلس یتیم گھرانے کا پوچھ لیتا کہ کیسے گذر رہی ہے۔

ہمارے دیہاتی ماحول میں اونٹوں، گدھوں پر سوختنی لکڑیوں کے بار بازار میں آتے اور فروخت ہو جاتے۔ یہ لکڑیاں بطور ایندھن استعمال ہوتی تھی۔ دو ہفتوں سے مسلسل بارش کی وجہ سے لکڑیاں بھی بازار میں آنا بند ہوگئیں اور اگر کوئی بار آتا بھی تھا، تو وہ آتے ہی فروخت ہو جاتا تھا، میں بغرضِ حصولِ تعلیم سفر میں تھا گھر میں اتنا فرد بھی نہیں تھا جو بارشوں اور سردی کے ایام میں لکڑیاں خرید کر ہمارے گھر بھجوا دیتا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک صبح گھر میں ایندھن کا کوئی انتظام نہیں تھا کہ بچوں کے لئے چائے بنائی جاسکے۔ میری یتیم بہنیں یہ حالت دیکھ کر بے قابو ہوگئیں اور رونے لگیں۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ نے فرمایا: لختِ جگر! یہ سارا کام اللہ کا ہے۔ کسی مخلوق کی منت سماجت کرنے کے بجائے اپنے خالق سے کیوں نہ مانگا جائے، سب کو بٹھا کر یٰسین پڑھوانا شروع کر دیا۔ پڑوس میں ایک خاندان کو یہ سوجھی کہ وہ کیوں نہ بے آسرا اور یتیم خاندان کو مزید ستا کر اپنے غصہ وانتقام کی آگ بجھائے اور مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے والے یتیموں کو مزید ستا کر اپنے غصہ وانتقام کے جذبات کو ٹھنڈک پہنچائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر میں موجود کانٹوں بھری لکڑیوں کو

ہمارے گھر پھینکنا شروع کر دیا اور مسلسل پھینکتے رہے اور دل کی بھڑاس نکالتے رہے اور میری بہنیں یہ دیکھ کر رونے لگیں۔

اماں جی نے فرمایا :

ہرگز نہ رونا یٰسین کے برکات ظاہر ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر پڑھ لو یہ اللہ کی عنایت ہے ابھی دوسری مرتبہ یٰسین کا ختم مکمل نہیں ہوا تھا کہ گھر ایندھن سے بھر گیا۔ (اماں جی مرحومہ ومغفورہ ص ۳۰، ۳۱)

کراچی سے وی پی آئی :

اُستاذِ محترم اپنا ایک دوسرا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کراچی سے ایک کتاب وی۔ پی منگوائی، مطلوبہ کتاب اپنی معرفت کے دکاندار کے پاس پہنچ گئی کوئی دوپہر کا وقت تھا کہ دوکاندار کا بیٹا گھر آیا تیزی سے دستک دی اختر باہر نکلا تو دوڑ کر آنے کی وجہ سے اس بے چارے کا سانس پھول رہا تھا۔

''کہنے لگا ابا جی نے بھیجا ہے کراچی سے آپ کا کوئی پارسل آیا ہے ڈاکیہ وہ پارسل ہمیں نہیں دیتا، کہتا ہے پندرہ روپے کی ادائیگی کرو گے تو پارسل مل جائے گا...... جب اتنا معلوم ہوا کہ کراچی سے کتاب آئی ہے تو دل کی دھڑکنیں اور تیز ہو گئیں۔ اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی خدمت میں تمام صورتِ حال عرض کر دی، فرمایا بیٹے! پندرہ روپے اب کہاں سے لاؤں، ہرکارے (چٹھی رساں) کو سمجھا دو کہ جب بھی رقم میسر آجائے ہم ادائیگی کر دیں گے اور اگر وہ نہ مانے تو دکاندار کو میری طرف سے عرض کر دیجئے گا کہ اس کتاب کی رقم تم ادا کر دو جب ہمیں اس کی رقم میسر آئی

ہم ادائیگی کردیں گے اور کتاب لے لیں گے...... بہر حال جیسے تیسے دوسرے روز مجھے پندرہ روپے مہیا کر دیئے اور میں نے وی۔ پی چھڑالی"۔ (لقاء بی مرحومہ مغفورہ ص ۱۰۹)

تنخواہ مدرسہ کے لنگر فنڈ میں جمع کرتا ہوں :

اُستاذِ محترم کے زندگی کا اکثر حصہ کسمپرسی، فقر و غربت میں گزاری۔ ایک مرتبہ فرما رہے تھے کہ :

"میں مدرسے سے ڈھائی ہزار (۲۵۰۰) تنخواہ لیتا ہوں اور اس کو پھر مدرسے کے لنگر خرچہ میں جمع کر دیتا ہوں اور اسی طرح گزارہ ہو رہا ہے"۔

شیخ التفسیر حضرت علامہ سلطان غنی عارف طاہری

پندرہ ہزار روپے تنخواہ مسترد کردی :

استاذی المکرم شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا سلطان غنی عارف طاہری دامت برکاتہم اپنا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ :

"میں ریاض (سعودی عرب) کے ایک دفتر میں تھا کہ ایک غیر مقلد آیا اور سلام کیا۔ اس کی وضع قطع عرب جیسی تھی، میں نے عربی میں بات کرنا شروع کی تو وہ سامنے سے ہنسنے لگے، تو میں نے عرض کیا کہ عجیب آدمی ہو، میں بات کرتا ہوں اور تم ہنستے ہو۔ وہ آدمی پشتو میں کہنے لگا کہ

حضرت! آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نے عرض کیا کون ہو؟ اُس نے کہا کہ وہ جو آپ کے ساتھ فلاں فلاں مسجد میں تھا، پھر گفتگو ہوتی رہی اس نے بندہ سے پوچھا کہ آپ کو کتنی تنخواہ دیتے ہیں، میں نے کہا دس ہزار (10000) پاکستانی، تو اس نے کہا کہ آپ کو اگر میں پاکستان میں پندرہ ہزار (15000) تنخواہ دوں تو میرے پاس کام کرو گے، میں نے پوچھا کام کیا ہوگا؟ تو کہنے لگا کہ ہمارے مدرسے میں بخاری شریف اور تفسیر پڑھاؤ گے گھر بھی دونگا اور بہن بھی نکاح میں دے دوں گا، پھر میں نے پوچھا کہ اور اگر کوئی کام ہو تو ...... کہنے لگا کہ امام صاحب کے پیچھے کچھ اس طرح ......؟" تو میں نے عرض کیا کہ اگر ایک لاکھ ماہانہ اور ماں بھی نکاح میں دو گے تو پھر بھی امام صاحبؒ کی شان میں ایک حرف منہ سے نکالنے کے لئے تیار نہیں ہوں"۔

دس لاکھ ریال کی پیشکش ٹھکرادی :

استاذ مکرم علامہ سلطان غنی عارف طاہری صاحب مدظلہ نے ایک دن بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"ریاض (سعودی عرب) کے غیر مقلدین نے میرے ایک شاگرد کو بتایا کہ اس مولوی صاحب کو کہہ دو کہ ہمارے ساتھ ہو جائے تو ایک لاکھ ریال تم کو اور دس (۱۰) لاکھ ریال مولوی صاحب کو دیتے ہیں۔ شاگرد نے مجھے بتایا تو میں نے جواباً کہا کہ ان کو کہہ دو کہ ہم سے دلائل سے بات کریں تو ہم تسلیم کرلیں گے، اگر ہماری بات مدلل ہو تو ان کو ماننا پڑے گا، میں

ایک روپیہ بھی نہیں لیتا، اپنے ایمان کا سودا نہیں کرتا، بغیر روپوں کے ساتھ ہو جاؤں گا، مگر دلائل کے ساتھ میرے سے بات کریں تو میں ان کا ساتھ دوں گا مگر یہ لوگ خواہ مخواہ شتر بے مہار ہے"۔

مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ

سالن سے کھانا کھانا چھوڑ دیا:

مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کے بارے مشہور ہے کہ آپ نے زمانہ طالب علمی میں کبھی دہلی میں سالن سے روٹی نہ کھائی، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دہلی کے اکثر سالنوں میں کھٹائی پڑتی ہے اور آموں کی بیع ناجائز طریقہ پر ہوتی ہے، اس لئے میں سالن سے روٹی نہیں کھاتا، آپ دعوت میں کسی کے یہاں کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ابتداء قاضی صاحب اور متولی صاحب کے یہاں کھانا کھایا کرتے تھے، انتقال کے بعد ان کے یہاں بھی کھانا چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ بعد پھر شروع کر دیا، جب ان کے لڑکے نے دریافت کیا تو فرمایا کہ تم نابالغ تھے، اس لئے میں تمہارے مال سے پرہیز کرتا تھا۔

ہم تینوں نے فاقہ کیا:

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ ایک مرتبہ کسی گاؤں کی ویراں مسجد میں ٹھہرے۔ وہاں مغرب کے تھوڑی دیر بعد ایک غریب آدمی آیا اور جلدی جلدی مغرب کی نماز پڑھی، نماز کے بعد جب آپ کو دیکھا تو اپنے گھر گیا اور تین روٹیاں لا کر آپ کو دیں،

آپ نے ان کو تناول فرمایا اور سو گئے۔ رات کو خواب میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور عجیب وغریب انوارات وبرکات ظاہر ہوئے۔ اس لئے آپ اگلے دن پھر وہیں ٹھہر گئے، دن بھر کوئی نہ آیا، بعد مغرب وہی شخص آیا آپ کو بیٹھا دیکھ کر اپنے گھر سے دو روٹیاں لا کر دیں، یہ رات بھی پہلی رات کی طرح گذری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ نے اگلے دن پھر وہیں قیام فرمایا، بعد مغرب وہی شخص آپ کو دیکھ کر گھر سے ایک روٹی لایا اور کہنے لگا:

"بھائی مسافر اب جاؤ کل کو یہاں نہ ٹھہرنا"۔

آپ نے فرمایا:

"میرے ٹھہرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہاری روٹی میں عجیب لذت محسوس کرتا ہوں اور عجیب وغریب انوارات اور برکات کا مشاہدہ کر رہا ہوں، تم حقیقتِ حال بتاؤ، تب میں یہاں سے جاؤں گا"۔

اس شخص نے کہا:

"میں بہت غریب آدمی ہوں، دن بھر محنت کر کے جو پیسے ملتے ہیں، اس کا تھوڑا سا آٹا لے آتا ہوں، جس میں تین روٹیاں پکتی ہیں۔ ایک روٹی میری، دوسری بیوی کی، تیسری بچے کی، پہلے دن ہم تینوں نے فاقہ کیا اور تینوں روٹیاں آپ کو لا کر دے دیں، دوسرے دن بچے کی حالت نہ دیکھی گئی، اس لئے ایک روٹی اس کو دیدی اور آپ کو دو روٹیاں لا کر دیں، آج بھوک کی وجہ سے میری بیوی بے تاب تھی، اس کے حصے کی روٹی اس کو دے دی اور اپنے حصے کی لے آیا اور اب کل کو مجھ میں بھی فاقہ کی طاقت نہیں۔ اس لئے مجبوراً آپ کو یہاں سے جانے کا کہنا پڑا"۔

حضرت مولانا کاندھلویؒ فرماتے ہیں یہ اسی اکل حلال اور ایثار کے ثمرات و برکات ہیں کہ میں نے ہر رات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔

شیخ الطریقت

حضرت مولانا عبدالحق نقشبندی گستوئیؒ

میں کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا :

حضرت مولانا امین الحق گستوئی مدظلہ اپنے والد ماجد شیخ طریقت حضرت عبدالحق نقشبندی گستوئی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

''والد ماجدؒ کی ساری زندگی زہد وقناعت میں گزری تھی، ایک دن ان کے ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت ! آپ کے جتنے مرید ہیں، سب پر ماہانہ ایک روپیہ مقرر کر دیں گے تو اس سے آپ کے مہمانوں کی مہمان نوازی کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے دلوں میں یہ بات کون ڈالے گا، مرید نے عرض کیا ''اللہ تعالیٰ''، تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ جیسا کہ اللہ ان کے دلوں میں ڈال سکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ مجھے یہ خرچہ دے گا، میں کسی قسم کا بوجھ نہیں ڈالتا اور نہ کچھ مقرر کرتا ہوں۔

انہیں اللہ تعالیٰ رزق دے گا :

ایک زمانہ میں چیچک کی وبا پھیل گئی اور بہت سارے لوگ مر گئے۔ حضرت صاحب کے سولہ (۱۶) رشتہ دار یتیم ہوگئے، ان کی تمام کفالت و پرورش حضرت صاحب

فرماتے، اور یہ زمانہ نہایت عسرت وتنگدستی کا تھا، آپ کے استاد حضرت مولانا سید محمد صاحب نے فرمایا :

''کہ تمہیں اس میں سے (بچوں میں سے) کسی ایک کے بیچنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ اس پر ان اوروں کی زندگی بچاؤ۔ حضرت صاحب نے عرض کیا کہ ''میں اس طرح نہیں کرسکتا''۔ استاد محترم نے فرمایا کہ پھر ان لڑکوں کو مزدوری پر لگاؤ تاکہ کچھ کما کر خرچہ پورا کریں، حضرت صاحب نے عرض کیا کہ میں ان شاء اللہ ان تمام پر دینی علوم حاصل کرواؤں گا اور اللہ تعالیٰ ان کا خرچہ پورا کرے گا۔ آخر استاد نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ترکیب سکھاتا ہوں تو تمہیں ہمیشہ روپے آئیں گے۔ حضرت صاحب نے جب یہ ترکیب شروع کی تو مصلی پر تشریف فرماتھے، اور ترکیب پورا کرنے میں اب تھوڑا سا وقت باقی تھا کہ ''وما له في الآخرة من خلاق'' کانوں میں گونجنے لگا، تو فوراً ترکیب چھوڑ دیا اور استاد محترم سے عرض کیا کہ یہ کام میں نہیں کرسکتا۔ ان تمام کو اللہ تعالیٰ رزق دے گا، وہ تمام یتیم بچے علماء بن گئے ہیں اور اب ان سے دین کے چشمے بہتے ہیں۔

انگریز کا غلام بننا نہیں چاہتا :

جب پاکستان نہیں بنا تھا، تو انگریز حکومت کے بعض لوگ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ شہر میں آجائیں، ہم آپ کو جائیداد وغیرہ دیں گے اور شہر میں آرام کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔

حضرت صاحب نے جواب میں فرمایا کہ :

''احسان پر آدمی غلام ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو انگریز کا غلام بنانا نہیں چاہتا، صرف اللہ کا غلام ہوں، جن کے مجھ پر بے انتہا احسانات ہیں، لہٰذا وہ نا امید واپس ہوئے۔

مال و دولت سے اولاد اللہ سے بیگانہ ہوجائے گی :

ضلع ژوب کے نواب نے حضرت صاحب کو پیش کش کی کہ آپ قلعہ سیف اللہ آجائیں میں آپ کو زمین، باغ اور کاریز دوں گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب میرے اولاد میں مال و دولت آجائے تو یہ اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے گانہ ہوجائیں گے، تو ایسے مال و دولت کی ضرورت نہیں۔ اس کا یہ پیشکش ٹھکرالیا اور آخر عمر تک زاہدانہ زندگی بسر کرنا پسند کی۔

حضرت پیر طریقت ملا خان گل گستوئیؒ

حضرت مولانا امین الحق گستوئی فرماتے ہیں کہ :

'' حضرت عبد الحق صاحبؒ کے والد محترم پیر طریقت ملا خان گل صاحبؒ کی زندگی حضرت ابوذر غفاریؓ کی زندگی کا نمونہ تھی۔ ان کا صرف ایک سوٹ کپڑوں کا ہوتا، جب وہ میلے ہوجاتے تو چادر سے دھوتی، تہہ بند باندھتے اور کپڑے دھوتے جب سوکھ جاتے تو پھر پہنتے، ان کی زندگی بالکل زاہدانہ تھی۔

دل کی بات کیسے معلوم ہوئی :

ایک مرتبہ حضرت ملا خان گل صاحبؒ بیمار پڑ گئے تو ایک طبیب کو بلایا گیا، طبیب بہت دور سے پیدل آتا، طبیب کے دل میں آیا کہ یہ تو ایک فقیر و درویش آدمی ہے، کچھ پاس ہے بھی نہیں، پیسہ وغیرہ بھی نہیں رکھتا، اور کچھ دے گا بھی نہیں تاکہ پھر اپنے جوتوں کی مرمت کرلوں۔ جب طبیب آیا اور دوا دی، تو آپ نے ایک روپیہ دیا۔ طبیب نے کہا کہ

میں پیسے نہیں لیتا، اس لئے کہ آپ درویش ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لے لو جوتوں کی مرمت کرلوگے، طبیب حیران تھا کہ ان کو میرے دل کی بات کیسے معلوم ہوئی؟

حضرت ملا خان گلؒ کا روزانہ کا معمول :

نماز فجر کے بعد آپ (حضرت ملا خان گلؒ) اپنا وظیفہ مکمل کرتے، یہاں تک کہ اشراق پڑھ کر جب گھر تشریف لاتے تو پوچھتے کہ گھر میں کھانے کے واسطے کوئی چیز ہے، اگر ہوتا تو تناول فرماتے ورنہ روزہ رکھتے، اسی طرح تمام زندگی گزاری۔

اُستاذ الکل حضرت حافظ سفر صاحبؒ بڑکوہی

حضرت مولانا امین الحق گستوئی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ :

ضلع ژوب، لورالائی، درگ، مورخیل وغیرہ علاقوں میں قرآن مجید کے اکثر حفاظ حضرت حافظ سفر صاحب بڑکوہیؒ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی زندگی نہایت سادہ اور زاہدانہ تھی ہمیشہ آپ کے ہاں حفظ القرآن کے طلباء رہتے، تنگدستی وغربت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کو گندم کی روٹی ملتی تو اس کے ساتھ باجرہ کی روٹی اس طرح کھاتے جیسا کہ آج کل کے لوگ گوشت، مچھلی وغیرہ کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں۔

شلوار و قمیص کا عجیب وغریب واقعہ :

ایک دن تلامذہ و شاگردوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک آدمی کو دیکھا جس کی قمیص پھٹی ہوئی تھی، حافظ صاحبؒ نے قمیص اُتار کر اس آدمی کو عنایت فرمائی، پھر دوسرے ایک آدمی کو دیکھا جس کی شلوار پرانی اور پھٹی ہوئی تھی، تو آپ نے چادر سے

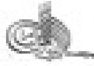
تہہ بند باندھ کر شلوار دوسرے آدمی کو نذر کر دی۔

حافظ صاحبؒ کا کمال استغناء :

ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحبؒ کے صاحبزادے حافظ غلام الدین صاحب نے دو بسترے بنا لیے، تاکہ مہمانوں کے کام آجائے۔ حافظ صاحبؒ نے جب یہ دیکھا تو بہت خفا ہوئے اور گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے ان پر تقسیم کیا اور فرمایا کہ میں ان چیزوں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

منہ تلاوتِ قرآن سے میٹھا ہے :

حضرت حافظ صاحبؒ کی ساری زندگی کا مشغلہ تلاوت قرآن پاک تھا، سفر و حضر، شب و روز میں تلاوت قرآن مجید کرتے اور جب تلاوت سے فارغ ہو جاتے، تو پھر کوئی چیز نہ کھاتے اور فرماتے کہ میرا منہ قرآن مجید کی تلاوت سے اب تک میٹھا ہے، اب کچھ نہیں کھاتا، پھر کافی دیر بعد کھانا کھاتے۔



متفرقات

ارے بھائی کوئی ہے ؟

مولانا عبداللہ صاحب دھرکوئی بیان کرتے ہیں کہ :

"ایک دفعہ لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی پر حضرت والاؒ (حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) قیام پذیر تھے، دوپہر کا وقت تھا اور سب لوگ سو رہے تھے، میں ساتھ کمرہ میں تھا، حضرت چارپائی پر آرام فرما رہے تھے، لیکن بیدار تھے اور سب خدام سو رہے تھے۔ ایک نو وارد آئے حضرت سے ملے اور کچھ نذرانہ پیش کر کے رخصت ہو گئے۔ حضرت نے ان کے جانے کے بعد فرمایا "ارے بھائی کوئی ہے"۔ چونکہ سب خدام سوئے ہوئے تھے صرف ایک صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے حضرت کی بات کا جواب دیا فرمایا یہاں آؤ یہ دیکھو کیا ہے؟ انہوں نے دیکھ کر بتلایا کہ حضرت مبلغ سات سو پینتیس روپے (۷۳۵) ہیں۔ اچھا ان کو جیب میں ڈال لو، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے ضرورت نہیں ہے۔ مجھ پر اللہ کی مہربانی ہے اور میں اس کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر بھی نہیں ہوا، فرمایا "اجی! بس ڈال بھی لو کہیں کام

آجائیں گے"۔ (سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری)

فکر معاش کے بغیر خدمت دین :

مولانا محمد احمد صاحبؒ کے بارے میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان راوی ہیں کہ :

"ایک مرتبہ چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف مسعود صاحب مدرسہ میں تشریف لائے اور اپنے اس خیال کا اظہار کیا، کہ طلبہ کو کوئی ہنر بھی سکھایا جانا چاہیے۔ تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہم تو اس حصول معاش کے تصور ہی کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور ہم تو چاہتے ہیں کہ طالب علم صرف اللہ کے دین کا سپاہی بنے اس کے سوا زندگی کا کوئی مقصد اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہ ہو اور اللہ پر اس کا یقین واعتماد ہو کہ معاش کی فکر کے بغیر بھی اللہ کے دین کی خدمت کرے"۔

(خصوصی نمبر ص۲۳۲)

مولانا محمد منیرؒ کا تقویٰ :

حضرت مولانا محمد منیر صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے۔ ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپے لے کر مدرسہ کی سالانہ کیفیت چھپوانے کے لئے دہلی آئے۔ اتفاق سے روپے چوری ہوگئے۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی کسی کو اطلاع نہیں کی اور مکان پر آکر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیچ کی اور ڈھائی سو روپے لے کر دہلی پہنچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی، انہوں نے مولانا گنگوہیؒ کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور

روپیہ بلا تعدی ضائع ہوا ہے۔ اس لئے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولوی محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتویٰ دکھلایا۔ مولوی صاحب نے فتویٰ دیکھ کر فرمایا کہ :

"کیا میاں رشید احمد نے فقہ میرے لئے پڑھی تھی اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں۔ ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں، اگر ان کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے۔ جاؤ لے جاؤ اس فتوے کو، میں ہرگز روپیہ نہ لوں گا"۔ (اکابر دیوبند کے ایمان افروز واقعات ص:۳۱۲)

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا تنخواہ لینے سے انکار :

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ راوی ہیں کہ :

"حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ جب ایک سالہ قیام حجاز کے بعد مظاہر العلوم میں واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت مولانا سہارنپوریؒ نے مدرسہ سے تنخواہ لینے پر تحریر فرما کر انکار کر دیا تھا کہ:

"میں اپنے ضعف کی وجہ سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا، لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے، اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام نہیں کر سکتا اس لئے تنخواہ قبول کرنے سے معذور ہوں"۔

حضرت شاہ محمد اسحاق کے گھر کئی دن فاقہ تھا :

حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی ؒ بھی حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شاہ صاحب بالعموم یہ فرمایا کرتے کہ :

’’کھانا میرے ساتھ کھانا‘‘۔

لیکن جب حضرت کے ہندوستان سے ہجرت فرما جانے کے بعد جب قاری صاحب مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت نے اس مرتبہ بالکل خلاف معمول قاری صاحب سے کھانے کے لئے نہ پوچھا، مگر ویسے نہایت تپاک اور محبت سے ملے۔ قاری صاحب کے دل میں خیال آیا کہ آج حضرت شاہ صاحب نے کھانے کے لئے نہ فرمایا، حالانکہ ہندوستان سے چل کر ہزاروں کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں پہنچے تھے۔ تاہم خاموش رہے اور خیال کرلیا کہ کوئی خاص وجہ ہوگی۔

ہندوستان سے چلتے وقت نواب صاحب باندہ نے حضرت شاہ صاحب کی نذر کے لئے ایک ہزار روپے قاری صاحب کو دیے تھے جب قاری صاحب نے وہ رقم حضرت کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اسے قبول فرمانے کے بعد قاری صاحب سے ارشاد فرمایا ! آپ کھانا ہمارے ساتھ کھایا کریں۔ اس بات پر قاری صاحب کو اور بھی تعجب ہوا کہ روپے دینے سے پہلے تو کھانے کا نہ پوچھا مگر روپے دیتے ہی کھانے کے لئے ارشاد فرمایا، اس کی وجہ بعد میں معلوم ہوئی۔

اور وہ یہ کہ ! جب قاری صاحب حضرت کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت کئی دن سے حضرت کے ہاں فاقہ تھا اور کھانے کے لئے گھر میں کچھ بھی نہ تھا اس لئے حضرت شاہ صاحب نے کھانے کے لئے شروع میں نہ فرمایا جب قاری صاحب نے رقم پیش کردی

اور کھانے کا انتظام ہوگیا تو اس وقت معمول کے مطابق قاری صاحب کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کی عزت بخشی۔‘‘ (سات ستارے ص ۲۵)

میں ڈیڑھ سو ہی لوں گا :

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی المہاجر مدنی ؒ نے ارشاد فرمایا: کہ علامہ حضرت محمد انور شاہ صاحب کشمیری ؒ کو میں نے تنخواہ لیتے وقت روتے دیکھا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ :

’’ہم میں اخلاص ہوتا تو (دار العلوم میں) بلا تنخواہ پڑھاتے۔‘‘

مدرسہ دار العلوم دیوبند کی طرف سے حضرت شاہ صاحب ؒ کو دو سو روپے تنخواہ دینے پر اصرار تھا اور ادھر شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ ’’میں ڈیڑھ سو ہی لوں گا۔‘‘ (زیادہ تنخواہ نہیں لیتا) بالآخر فیصلہ پونے دو سو پر ہوا۔ (نصائح عزیزیہ ص ۹۱)

حضرت مولانا علی میاں ؒ کا مثالی زہد :

اسی دور میں ایک ایسی شخصیت کا کردار بھی سامنے آیا، جس کے لئے اللہ نے دنیوی ترقی کے تمام ذرائع پوری طرح کھول دیے تھے، مگر اس شخصیت نے اپنے علمی وقار کے آگے دنیا کی چمک دمک کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، یہ ذات تھی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ؒ کی جو اپنے وقت میں عالم اسلام کے مقبول ترین علماء میں تھے، بالخصوص عالم عرب کے بڑے بڑے امراء اور حکمران آپ کے معتقد تھے، اگر آپ چاہتے تو اپنے اور اپنے اہل خاندان کے لئے مال و دولت کے ڈھیر لگا لیتے، مگر آپ نے اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہوئے پوری بے نیازی اور استغناء کے ساتھ حیات طیبہ گذاری، آپ کو کئی بار لاکھوں روپے پر مشتمل ایوارڈ سے نوازا گیا، مگر آپ نے یہ خطیر رقومات اپنی ذات

کے بجائے علمی اور دینی اداروں اور مستحقین پر خرچ فرمادی۔ (اللہ والوں کی مقبولیت کا راز ص:۸۹)

تعلقات کے باوجود صفتِ استغناء پر کبھی حرف نہ آنے دیا :

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کو کانپور کے زمانہ قیام کے دوران صرف ستر (۷۰) روپے تنخواہ ملتی تھی۔ جن میں سے ساٹھ (۶۰) روپے گھر بھیجتے تھے اور صرف دس روپے میں اپنا مہینہ بھر کا خرچ چلاتے تھے، یہ حال اس وقت تھا جبکہ آپ کا کانپور کے ہر طبقہ میں اعزاز و احترام کیا جاتا تھا اور بڑے بڑے سرمایہ آپ سے متاثر تھے لیکن آپ نے ان سب تعلقات کے باوجود اپنی صفتِ استغناء پر کبھی حرف نہ آنے دیا، آخری وقت تک آپ کے زہد و استغناء کا یہ حال رہا، آپ کے ترکہ میں شاید کتابوں کے علاوہ اور کوئی قابلِ ذکر سامان یا جائیداد وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (اللہ والوں کی مقبولیت کا راز ص:۸۷)

جیب میں کوئی پیسہ نہ تھا :

ایک دفعہ حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی " تبلیغی سفر سے چھ ماہ بعد گھر واپس تشریف لائے۔ اہلیہ نے خوشی میں سویاں پکائیں۔ شکر ختم ہوگئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ کچھ رقم عنایت فرمائیں تو شکر منگالوں۔ حضرت کی جیب میں کوئی پیسہ نہیں تھا فرمایا نمک ملادو چنانچہ حضرت نے نمک ملا کر سویاں کھالیں۔ سبحان اللہ یوں دین کا کام کرتے تھے پاک و ہند کا مرشد چھ مہینے لاکھوں مریدین میں تبلیغی سفر کے بعد واپس گھر آئے تو نمک ملا کر سویاں کھانی پڑیں۔ (اکابر کے ایمان افروز واقعات)

کوئی صاحب مجھے ذاتی طور پر ہدیہ پیش نہ کریں :

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی افریقہ تشریف لے گئے، وہاں لوگوں نے مختلف ہدیے تحفے لانے شروع کئے اور دارالعلوم کے چندے کی

بھی پیشکش کی۔ لیکن آپ نے یہ عام اعلان فرمادیا کہ :

"میں یہاں دین کی کچھ باتیں سنانے کے لئے آیا ہوں، سب حضرات اس کے سننے کی طرف متوجہ ہو، کوئی صاحب مجھے ذاتی طور پر کوئی ہدیہ پیش کریں، اور نہ دارالعلوم کے لئے یہاں چندہ دیں جو صاحب دارالعلوم کی اعانت کرنا چاہتے ہیں وہ براہ راست اپنی رقم دارالعلوم کراچی کے پتے پر ارسال فرمادیں"۔

چنانچہ تقریباً دو ماہ کے اس سفر میں آپ نے ان باتوں پر سختی کے ساتھ عمل فرمایا اور چند انتہائی بے تکلف حضرات کے سوا جن سے آپ کے دیرینہ مراسم تھے، نہ کسی سے کوئی ہدیہ قبول کیا اور نہ دارالعلوم کے لئے چندہ وصول فرمایا۔ (میرے والد میرے شیخ ص۱۲۶)

فوراً میرے پیر پکڑ لئے :

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا واقعہ ہے جس کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے آپ بیتی (نمبر ۶ ص۲۰۰) میں لکھی ہے کہ مولانا لطیف الرحمٰن سے راوی ہے کہ میں ایک مرتبہ پیالہ لیکر حضرت اقدس سہارنپوریؒ کے دولت کدہ پر گیا حضرت کے منتظم حاجی مقبول صاحب آئے میں نے ان سے کہا کہ مطبخ کی دال کھائی نہیں جاتی تھوڑا سا سالن دیدیجیے، انہوں نے جواب دیا آج تو سالن نہیں ہے، میں نے کہا کہ حضرت کے سالن میں سے دیدو، اُنہوں نے جواب دیا حضرت کا سالن بھی نہیں، آج گھر میں فاقہ ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اچھا میں بازار سے حضرت کے لئے کچھ لے آؤں۔ اس پر انہوں نے فوراً میرے پیر پکڑ لئے کہ اللہ کے واسطے ایسا نہ کرنا ورنہ میری آفت آجائے گی کہ گھر کا راز کیوں ظاہر کیا لیکن جب گھر سے باہر تشریف لاتے تو عمدہ لباس میں تاکہ کسی کو ادنیٰ شبہ بھی نہ ہو،

گھر میں فاقہ ہے۔

پتے اُبال کر کھایا کرتے :

حضرت مولانا محمد انور بن اختر دامت برکاتہم اپنے مایۂ ناز کتاب ''اکابر-ین دیو بند کے ایمان افروز واقعات'' میں رقمطراز ہیں کہ :

''زمانۂ طالب علمی میں ایک طالب علم نے احقر سے شافیہ پڑھنے کا اصرار کیا، ان کے اصرار پر شروع کرادیا، اس طالب علم کا یہ حال تھا کہ مدرسہ کی تعطیل کے زمانے وہ مزدوری کر لیتا تھا، جب تک پیسے رہتے تھے، ان سے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتا تھا، جب ختم ہو جاتے تو کسی سے سوال نہیں کرتا تھا، جب بہت بھوک لگتی تو سبزی منڈی میں شام کے وقت جا کر وہاں جو پتے پڑے ہوتے ان کو لاتا اور اُبال کر نمک ڈال کر کھا لیتا، احقر نے بہت چاہا کہ ساتھ ہی کھانا کھالیا کرے، مگر اس نے منظور نہ کیا، کبھی کبھی شریک بھی ہو جاتا۔

تقویٰ کی انوکھی مثال :

اُستاذ محترم مولانا سلیم بہادر ملکانوی فرماتے ہیں کہ مولانا شبیر احمد حامد حصاروی زیدہ مجدہٗ اپنے والد ماجد مولانا محمد موسیٰ صاحبؒ فاضل دیو بند کے زمانۂ طالب علمی کا واقعہ سناتے ہیں کہ مولانا محمد موسیٰ صاحب فرماتے تھے کہ :

''جب ہم دارالعلوم دیو بند پڑھتے تھے تو ہم کچھ طالبعلموں کے کھانے کا انتظام دارالعلوم کی طرف سے نہیں تھا اور ہمارا قیام بھی دارالعلوم سے باہر دیو بند کی ایک مسجد میں تھا۔ ایک دو دن سے بھوکے تھے، ایک روز ہم مسجد میں بیٹھے تکرار کر رہے تھے کہ کسی شخص نے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا، ایک ساتھی گیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آ گیا، ہم میں سے کسی نے پوچھا کہ دروازہ پر آنے والا کون شخص تھا اور کیا بات تھی؟ تو اس طالب علم ساتھی نے بتلایا کہ ایک شخص مٹھائی کا بڑا تھال لایا تھا اور اس نے کہا کہ اس پر ختم پڑھ لو اور کھالو تو میں نے کہا کہ واپس لے جاؤ، ہم یہ ختم پڑھنے والا کام نہیں کرتے۔ اس پر مولانا محمد موسیٰ صاحب نے فرمایا کہ ہم میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ لے لیتے، اتنے دنوں سے ہم بھوکے ہیں، ہمارے لئے تو لینا اور کھانا مباح تھا۔ بات سنی اور تکرار و مطالعہ اور اپنے علمی کام میں لگ گئے''۔

تینوں فٹ پاتھ پر سوگئے :

مولانا فضل حق راوی ہیں کہ :

''ایک مرتبہ میں اور مولانا عبدالسلام حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ کے ساتھ آ رہے تھے، رات کو جہانگیرہ پہنچے بھوک بھی لگی تھی، پیسے بھی ساتھ نہ تھے، ہم تینوں فٹ پاتھ پر سوگئے، صبح ہوتے ہی حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ ''جلدی کرو اب لوگ آ کر کہیں گے کہ یہ لوگ یہاں کیا کرتے ہیں؟'' پھر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ چلو جو کچھ تم لوگوں کے پاس ہے جمع کرو، چارانہ میرے پاس تھے، اس کو میں نے نسوار کے لئے رکھے تھے، حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ ''خالی پیٹ نسوار کیا کرو گے؟ ایک روپیہ مولانا عبدالرحیم کے پاس تھا، اور دو ڈھائی روپے حضرت شیخؒ کے پاس سب کو

جمع کر کے مردان تک کرایہ پورا ہوا، لہٰذا جب مردان پہنچے تو گاڑی والے کو بتایا کہ کرایہ رستم میں دیں گے۔ رستم میں ان کو کرایہ دے کر رخصت فرمایا اور سوکھی روٹی کھا کر گذارہ کیا"۔

رائے پور کی خانقاہ کا زمانۂ عسر و تنگی :

رائے پور کی خانقاہ کا شروع کا زمانہ بڑے عسر و تنگی کا تھا۔ طالبین کو بڑے سخت مجاہدے سے گذرنا پڑتا تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ :

"مسلسل دس سال ایسے گذرے ہیں کہ ہم لوگوں کو جو طالبین کی حیثیت سے خانقاہ میں رہتے تھے، ایک دن میں صرف ایک روٹی مکئی کی ملتی تھی اور وہ بھی درمیان سے بالکل کچی ہوتی تھی۔ جو صاحب پکانے والے تھے، انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ روٹی پکی یا نہیں پکی۔ سالن یا دال ترکاری کا کوئی سوال ہی نہ تھا، گاؤں سے کسی دن چھاچھ آجاتی تھی تو کھانے پینے کے لحاظ سے ہم خانقاہ والوں کے لئے گویا وہ عید کا دن ہوتا"۔

مزید فرمایا کرتے کہ :

"اس (یوپی) کے علاقہ کے ہمارے ساتھی تو وہی ایک روٹی آدھی آدھی کر کے دونوں وقت کھاتے لیکن میں پنجاب کا رہنے والا تھا، اس لئے ایک ہی وقت میں کھالیتا تھا اور دوسرے وقت میں بس اللہ کا نام"۔

(الفرقان لکھنؤ وفیات نمبر ص ۱۱۲)

اللہ کا دیا سب موجود ہے :

مرشد العلماء حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ خانقاہ سراجیہ کندیاں

فرماتے ہیں :

"تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران ایک بار مجھے اپنے ذرائع سے معلوم ہوا کہ مفتی محمود صاحبؒ بے حد مالی مشکلات سے دوچار ہیں۔ میں ان سے سہالہ میں ملنے کے لئے اکثر جاتا رہتا تھا لیکن انہوں نے مجھے کبھی اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ ان کا ہاتھ تنگ ہے، جب مجھے حالات کا علم ہوا تو میں جاتے وقت کچھ پیسے بھی ساتھ لے گیا، میں نے مفتی صاحبؒ کو یہ بتائے بغیر رقم دینے کی کوشش کی کہ مجھے ان کے حالات کا علم ہے، لیکن انہوں نے کچھ لینے سے یکسر انکار کر دیا۔ وہ میرے اصرار پر یہی کہتے رہے کہ :

"اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے"۔

میں نے اپنی سی بہتیری کوشش کی کہ انہیں وہ رقم دینے میں کامیاب ہو جاؤں، لیکن انہوں نے میری ایک نہ چلنے دی۔ اس کے باوجود وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتے تھے، آخر کار مجبور ہو کر وہ رقم میں ان کے تکیہ کے نیچے چھوڑ آیا۔ (قومی ڈائجسٹ ص ۱۱۲)

آج پیسے آئے تو خط لکھ رہا ہوں :

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا واقعہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ لکھتے ہیں کہ :

"ان کا نظام الدین سے خط آیا کہ کئی دن سے تمہیں ایک ضروری خط لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں، مگر میرے پاس پیسہ نہیں تھا اور محض خط کے واسطے قرض لینے کو جی نہ چاہا، آج پیسے آئے تو کارڈ لکھ رہا ہوں"۔ اس زمانہ میں کارڈ دو پیسے میں آتا تھا۔

(اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں ص ۵۲)

جی نہیں چاہتا کہ موت آئے اور ملک میں پیسہ ہو :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اپنے والد محمد یحییٰ کاندھلویؒ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ والدؒ کے انتقال کے بعد کئی سال تک لوگوں کے میرے پاس خطوط آتے رہے کہ مولانا مرحوم نے اتنے نسخے بہشتی زیور کے دیئے تھے، بک تو اسی وقت گئے تھے، مگر دام بھیجنے میں تساہل ہوا اب بھیجتا ہوں۔ اور بعض لکھتے ہیں کہ اس وقت تو پیسے بھیجنے میں ہمیں تساہل ہوا، اور اب اتنی گنجائش نہیں، معاف کردے اور اس کے ساتھ ہی میرے والد صاحبؒ کا معمول تھا کہ رات کو اپنے پاس پیسہ نہیں رکھتے تھے، اگر روپیہ یا اس سے زائد ہوا تو کسی قرض خواہ کو دیدیا اور کم ہوا تو بچوں کو دیدیا اور یوں فرمایا کرتے کہ :

''میرا جی نہیں چاہتا کہ رات کو اگر موت آجائے تو میری ملک میں کوئی پیسہ ہو''۔ (اکابر علماء دیوبند اتباع شریعت کی روشنی میں ص:۵۸)

ٹوپیاں بُن کر تحصیل علم کرتے رہے :

ابو حنیفۂ ہند مفتی کفایت اللہ نور اللہ مرقدہٗ کا واقعہ ہے کہ :

''جب آپ مراد آباد کے مدرسہ میں قیام پذیر تھے کھانے کا انتظام مدرسہ کی طرف سے تھا، تعلیم کے دیگر اخراجات آپ خود ہی برداشت کرتے تھے۔ آپ کے والد نادار تھے، اس لئے وہ تعلیم کے پورے اخراجات برداشت نہ کرسکتے تھے اور دوسروں کے عطیات سے طبعاً نفرت تھی۔ تحصیل علم کے تمام زمانہ میں کسی مسجد میں قیام نہیں کیا۔ اپنی طالب علمی کے دوران میں تاگے (دھاگے) کی ٹوپیاں کروشیا سے بنتے تھے اور فروخت کرتے تھے، بہت عمدہ مختلف رنگ کے ریشمی پھول بناوٹ میں ہوتے تھے۔ دو تین روز میں ایک ٹوپی تیار ہوتی تھی۔ دو روپے میں فروخت ہوتی تھی اور اسی طریقے سے آپ اپنا گذارا

کرتے تھے۔ (ماہنامہ القاسم کا مفتی کفایت اللہ نمبر ص ۳۰)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی فقر و فاقہ اور صبر :

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے یہاں جب متصل تین تین دن تک فقر و فاقہ ہوتا، تو بیوی کہتی کہ : ''حضرت اب تو صبر نہیں ہوسکتا''۔ آپ فرماتے کہ: ''ہمارے لئے جنت میں کھانے تیار ہو رہے ہیں، ذرا اور صبر کرو، ان شاء اللہ بہت ہی جلد اس نعمت سے مالا مال ہوں گے۔

اللہ اکبر! بیوی بھی خدا کی بندی ایسی شاکرہ و صابرہ تھیں کہ جنت کے ادھار پر رضا مند ہو کر خاموش ہوجاتیں۔ (اللہ والوں کی دنیا سے بے رغبتی ص:۲۶۳)

حضرت میاں جی نور محمدؒ کا زہد اور ذکر اللہ سے محبت :

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے شیخ حضرت میاں جی نور محمدؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ :

''جب بازار جاتے تو اپنے ساتھ پیسوں کی ایک تھیلی رکھ لیتے، جب کسی دکان سے چیز خریدتے تو وہ تھیلی دکاندار کو دے دیتے اور اس سے فرماتے کہ اس تھیلی میں سے اپنے پیسے لے لو۔ ان کا خیال تھا کہ کون تھیلی میں سے پیسے نکال کر اس کو گننے کے چکر میں پڑے، اتنی دیر میں دس مرتبہ ''سبحان اللہ'' یا دس مرتبہ ''الحمد للہ'' کہہ لیں گے، اتنا وقت کیوں پیسے گننے میں صرف کیا جائے''۔

مجھے تنخواہ میں اضافہ منظور نہیں :

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کی تنخواہ دار العلوم نے پچاس روپے سے

کچھ بڑھادی۔ معلوم نہیں پانچ سات روپے یا کتنے بڑھائے ہوں گے۔ انہوں نے آکر معذرت کی اور کہا کہ میں تو خدا کے ہاں پچاس کے حساب سے بھی ڈرتا ہوں۔ مجھے اور تنخواہ نہیں چاہئے۔ میں اسی کا حساب نہیں دے سکتا۔ تنخواہ اور بڑھا کر میں کہاں جھمیلے میں پڑوں گا، مجھے نہیں چاہئے، مجھے وہی تنخواہ کافی ہے۔

یہ دنیا میرے گھر میں نہیں رہے گی :

جب حضرت شیخ الہندؒ کی شادی ہوئی تو پہلی رات میں اپنی بیوی سے یہ کہا کہ :

''اگر یہ زیورات رکھنے ہیں تو میری تمہاری نہیں نبھے گی، یہ دنیا میرے گھر میں نہیں رہے گی'' اور مرحومہ نے یہ کہا کہ ''یہ حاضر ہیں، جہاں جی چاہے آپ خیرات کردیجئے یا جو دل چاہے کیجئے''۔

اس محنت سے نجات ہوجائے گی :

حضرت مولانا اصغر حسین صاحب کا مکان کچی مٹی کا تھا، ہر سال برسات کے دنوں میں لپائی کی جاتی، اس میں کافی پیسہ اور وقت خرچ ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت میاں صاحبؒ سے کہا :

''حضرت آپ جتنا خرچ سالانہ اس کی لپائی پر کرتے ہیں، اگر ایک مرتبہ پختہ اینٹوں سے بنانے میں خرچ کرلیں تو دو تین سال میں یہ خرچ برابر ہوجائے گا اور ہمیشہ کے لئے اس محنت سے نجات ہوجائے گی''۔ یہ سن کر فرمایا : ''ماشاء اللہ! بات تو عقل کی کہی، ہم بوڑھے ہوگئے، ادھر دھیان ہی نہ گیا''۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا : ''میرے پڑوس میں سب غریبوں کے کچے مکان ہیں، اگر میں اپنا مکان پکا بنوالوں تو غریب

پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی وسعت نہیں کہ سب کے مکان پکے بنواؤں''۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت تک اپنے مکان کو پختہ نہ کیا جب تک پڑوسیوں کے مکان پکے نہیں بن گئے۔

(اللہ والوں کی دنیا سے بے رغبتی ص ۹۷)

مفتی محمد شفیعؒ اور ایک سرمایہ دار کے گھمنڈ کا واقعہ :

صدر ایوب خان کی صدارت کا زمانہ تھا اور الیکشن ہو رہے تھے۔ اس الیکشن میں ایک بہت بڑے سرمایہ دار دولت مند بھی کھڑے ہوگئے۔ ان کے حلقے میں ''لسبیلہ'' بھی آگیا، جہاں ان دنوں مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا مکان وہاں تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا علاقے میں ایک اثر تھا، اس لئے ان کے دماغ میں یہ خیال آیا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس جاکر حمایت حاصل کی جائے۔ چنانچہ ایک دن وہ سرمایہ دار صاحب اپنے پورے لشکر کے ساتھ گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے اور گھنٹی بجائی، مفتی محمد تقی صاحب دروازے پر گئے اور ملاقات کی تو انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں فلاں ہوں اور اس انداز سے اپنا نام بتایا کہ اس کا خیال تھا کہ میرا نام سنتے ہی کہا جائے گا کہ فرمائیے کیا بات ہے؟ پھر دوبارہ کہا کہ میں فلاں ہوں اور مفتی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ مفتی محمد تقی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ وقت مفتی صاحب سے ملنے کا نہیں ہے۔ یہ جواب سن کر چہرہ دیکھنے کے قابل تھا کہ میں کسی کے گھر پر جاؤں اور وہ یہ کہہ دے کہ یہ ملنے کا وقت نہیں ہے، اس نے پھر کہا کہ میں اتنی دور سے ملاقات کے لئے آیا ہوں، میں نے کہا کہ آنے سے پہلے آپ کو چاہئے تھا کہ وقت معلوم کرلیتے کہ ملاقات کے اوقات کیا ہیں۔

بہرحال! وہ سیخ پا ہوا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں مفتی صاحب سے شکایت کروں گا، آپ نے میرے ساتھ بداخلاقی کی ہے۔

میں نے کہا کہ جب آپ ملاقات کے لئے تشریف لائیں تو شکایت کر دیجئے گا۔ چنانچہ پھر اس نے وقت لیا اور دوبارہ ملاقات کے لئے آیا۔ اس وقت اس نے آکر شکایت بھی کی کہ میں پچھلی مرتبہ بھی آیا تھا لیکن ملاقات نہیں ہوئی اور پھر پیشکش کی کہ آپ کا دار العلوم کہاں ہے؟ میں دار العلوم میں یہ بنواؤں گا اور وہ بنواؤں گا۔ حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے، الحمد للہ اللہ کا شکر ہے کہ مسلمان ایک ایک دو دو روپیہ جو چندہ دیتے ہیں اس سے کام چل جاتا ہے اور اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کوئی حاجت نہیں۔ بڑا ہی ناکام اور نامراد ہو کر واپس چلا گیا۔

بہر حال اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ میرا نام سن کر اس پر لرزہ طاری ہو جائے گا جبکہ اس قسم کی کیفیت خود اس پر طاری ہوئی۔ (اللہ والوں کی دنیا سے بے رغبتی ص ۲۹۳)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆